ہفت روزہ

ندائے خلافت

لاہور

www.tanzeem.org

41

16 تا 22 اکتوبر 2012ء/28 ذوالقعدہ تا 4 ذوالحجہ 1433ھ

اس شمارے میں

تحریک انصاف کا وزیرستان مارچ......

''یہ دنیا کی زندگی تو کھیل تماشا ہے''

اختر مینگل کے 6 نکات کی حقیقت

اوباما کا خطاب: حقائق کے آئینے میں (II)

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ

پہلے اپنے پیکر خاکی میں جاں پیدا کرو

تنظیم اسلامی کی دعوتی وتربیتی سرگرمیاں

پاکستان کا موجودہ قومی انتشار اور حل

میں ایک نومسلم ہوں!

اپنے دوسرے رفقاء کے متعلق تو میں نہیں کہہ سکتا کہ ان کا کیا حال ہے، مگر اپنی ذات کی حد تک میں کہہ سکتا ہوں کہ اسلام کو جس صورت میں میں نے اپنے گردوپیش کی مسلم سوسائٹی میں پایا، میرے لئے اس میں کوئی کشش نہ تھی۔ تنقید وتحقیق کی صلاحیت پیدا ہونے کے بعد جو پہلا کام میں نے کیا وہ یہی تھا کہ اس بے روح مذہبیت کا قلادہ اپنی گردن سے اتار پھینکا جو مجھے میراث میں ملی تھی۔ اگر اسلام صرف اسی مذہب کا نام ہوتا جو مسلمانوں میں پایا جاتا ہے تو شاید آج میں بھی ملحدوں اور لامذہبوں میں جا ملا ہوتا، کیوں کہ میرے اندر نازی فلسفے کی طرف کوئی میلان نہیں ہے کہ محض حیات قومی کی خاطر اجداد پرستی کے چکر میں پڑا رہوں۔ لیکن جس چیز نے مجھے انکار کی راہ پر جانے یا کسی دوسرے اجتماعی مسلک کو قبول کرنے سے روکا اور ازسرِ نو مسلمان بنایا وہ قرآن اور سیرتِ محمدی ﷺ کا مطالعہ تھا۔ اس نے مجھے انسانیت کی اصل قدر وقیمت سے آگاہ کیا۔ اس نے آزادی کے اس تصور سے مجھے روشناس کرایا جس کی بلندی تک بڑے سے بڑے لبرل اور انقلابی کا تصور بھی نہیں پہنچ سکتا۔ اس نے انفرادی حسنِ سیرت اور اجتماعی عدل کا ایک ایسا نقشہ میرے سامنے پیش کیا جس سے بہتر کوئی نقشہ میں نے نہیں دیکھا۔ اس کے تجویز کردہ لائحہ زندگی (Scheme of life) میں مجھے ویسا ہی کمال درجہ کا توازن (Balance) نظر آیا جیسا کہ ایک سالمہ (Atom) کی بندش سے لے کر اجرامِ فلکی کے قانونِ جذب وکشش تک ساری کائنات کے نظم میں پایا جاتا ہے۔ اور اسی چیز نے مجھے قائل کر دیا کہ یہ نظام اسلامی بھی اسی حکیم کا بنایا ہوا ہے جس نے اس جہانِ ارض وسماء کو عدل اور حق کے ساتھ بنایا ہے۔

ترجمان القرآن جولائی 1939ء

سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ

الہدیٰ (533)

ڈاکٹر اسرار احمدؒ

سورۃ یوسف

(آیات 32 تا 35)

بسم اللہ الرحمٰن الرّحیم

قَالَتْ فَذٰلِكُنَّ الَّذِيْ لُمْتُنَّنِيْ فِيْهِ ۭ وَلَقَدْ رَاوَدْتُّهٗ عَنْ نَّفْسِهٖ فَاسْتَعْصَمَ ۭ وَلَىِٕنْ لَّمْ يَفْعَلْ مَآ اٰمُرُهٗ لَيُسْجَنَنَّ وَلَيَكُوْنًا مِّنَ
الصّٰغِرِيْنَ ﴿۳۲﴾ قَالَ رَبِّ السِّجْنُ اَحَبُّ اِلَيَّ مِمَّا يَدْعُوْنَنِيْٓ اِلَيْهِ ۚ وَاِلَّا تَصْرِفْ عَنِّيْ كَيْدَهُنَّ اَصْبُ اِلَيْهِنَّ وَاَكُنْ مِّنَ الْجٰهِلِيْنَ ﴿۳۳﴾
فَاسْتَجَابَ لَهٗ رَبُّهٗ فَصَرَفَ عَنْهُ كَيْدَهُنَّ ۭ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۳۴﴾ ثُمَّ بَدَا لَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا رَاَوُا الْاٰيٰتِ لَيَسْجُنُنَّهٗ حَتّٰى حِيْنٍ ﴿۳۵﴾

آیت ۳۲ ﴿قَالَتْ فَذٰلِكُنَّ الَّذِيْ لُمْتُنَّنِيْ فِيْهِ ۭ﴾ ”تو اس عورت نے کہا کہ یہ ہے وہ جس کے بارے میں تم مجھے ملامت کر رہی تھیں۔“

﴿وَلَقَدْ رَاوَدْتُّهٗ عَنْ نَّفْسِهٖ فَاسْتَعْصَمَ ۭ﴾ ”اور یقیناً میں نے اسے پھسلانا چاہا تھا لیکن وہ بچا رہا۔“

﴿وَلَىِٕنْ لَّمْ يَفْعَلْ مَآ اٰمُرُهٗ لَيُسْجَنَنَّ وَلَيَكُوْنًا مِّنَ الصّٰغِرِيْنَ ﴿۳۲﴾﴾ ”اور اگر اس نے وہ نہ کیا جو میں اسے حکم دے رہی ہوں تو وہ لازماً قید میں پڑے گا اور ضرور ذلیل ہو کر رہے گا۔“

اس عورت کا دھڑلے سے خصوصی دعوت کا اہتمام کرنا اور اس میں سب کو فخر سے بتانا کہ دیکھ لو یہ ہے وہ شخص جس کے بارے میں تم مجھے ملامت کرتی تھیں، اور پھر پوری بے حیائی سے اعلان کرنا کہ ایک دفعہ تو یہ مجھ سے بچ گیا ہے مگر کب تک؟ آخر کار اسے میری بات ماننا ہوگی! اس سے تصور کیا جا سکتا ہے کہ ان کی اس انتہائی اونچی سطح کی سوسائٹی کی مجموعی طور پر اخلاقی حالت کیا تھی!

آیت ۳۳ ﴿قَالَ رَبِّ السِّجْنُ اَحَبُّ اِلَيَّ مِمَّا يَدْعُوْنَنِيْٓ اِلَيْهِ ۚ﴾ ”یوسفؑ نے دعا کی: اے میرے پروردگار! مجھے قید زیادہ پسند ہے اُس چیز سے جس کی طرف یہ مجھے بلا رہی ہیں۔“

﴿وَاِلَّا تَصْرِفْ عَنِّيْ كَيْدَهُنَّ اَصْبُ اِلَيْهِنَّ وَاَكُنْ مِّنَ الْجٰهِلِيْنَ ﴿۳۳﴾﴾ ”اور اگر تو نے مجھ سے دور نہ کر دیا ان کی چالوں کو تو (ہو سکتا ہے) میں بھی ان کی طرف مائل ہو جاؤں اور جاہلوں میں سے ہو جاؤں۔“

آیت ۳۴ ﴿فَاسْتَجَابَ لَهٗ رَبُّهٗ فَصَرَفَ عَنْهُ كَيْدَهُنَّ ۭ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۳۴﴾﴾ ”تو آپؑ کے رب نے آپؑ کی دعا قبول کر لی اور اُن عورتوں کی چالوں کو آپؑ سے پھیر دیا۔ یقیناً وہی ہے سننے والا، جاننے والا۔“

آیت ۳۵ ﴿ثُمَّ بَدَا لَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا رَاَوُا الْاٰيٰتِ لَيَسْجُنُنَّهٗ حَتّٰى حِيْنٍ ﴿۳۵﴾﴾ ”پھر اُن لوگوں کو یہ بات سوجھی ساری نشانیاں دیکھ لینے کے بعد کہ اس کو کچھ عرصہ کے لیے جیل میں ڈال دیا جائے۔“

اس تقریب میں جو کچھ ہوا اس معاملے کو پوشیدہ رکھنا ممکن نہیں تھا۔ چنانچہ اربابِ اختیار نے جب یہ سارے حالات دیکھے تو انہیں عافیت اور مصلحت اسی میں نظر آئی کہ حضرت یوسفؑ کو وقتی طور پر منظر سے ہٹا دیا جائے اور اس کے لیے مناسب یہی ہے کہ کچھ عرصے کے لیے انہیں جیل میں ڈال دیا جائے۔

فرمان نبویؐ

پروفیسر محمد یونس جنجوعہ

دعوت الی اللہ کا اجر و ثواب

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((مَنْ دَعَا اِلٰی هُدًی كَانَ لَهٗ مِنَ الْاَجْرِ مِثْلُ اُجُوْرِ مَنْ تَبِعَهٗ لَا يَنْقُصُ ذٰلِكَ مِنْ اُجُوْرِهِمْ شَيْئًا وَمَنْ دَعَا اِلٰی ضَلَالَةٍ كَانَ عَلَيْهِ مِنَ الْاِثْمِ مِثْلُ اٰثَامِ مَنْ تَبِعَهٗ لَا يَنْقُصُ ذٰلِكَ مِنْ اٰثَامِهِمْ شَيْئًا)) (رواہ مسلم)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جو شخص (لوگوں کو) ہدایت کی طرف دعوت دے (اور وہ اس کی دعوت کو قبول کر کے صحیح راستہ پر چل پڑیں) تو اسے اس کے پیروکاروں کے ثواب کی مانند اجر ملے گا بغیر اس کے کہ ان کے ثواب میں کوئی کمی کی جائے۔ اور جو شخص (لوگوں کو) گمراہی کی طرف دعوت دے تو اسے اپنے پیروکاروں کے گناہوں کی مانند بوجھ برداشت کرنا پڑے گا بغیر اس کے کہ ان کے گناہوں میں کوئی کمی کی جائے۔“

تشریح: بے شک اللہ کی طرف دعوت دینے والے کا اللہ کے ہاں بہت بڑا مرتبہ ہے۔ داعیٔ حق کی کوششوں سے جو لوگ بھی راہِ حق پر چل پڑیں ظاہر ہے کہ وہ اجر اور ثواب کے مستحق ہیں لیکن داعی حق کو بھی ان کے برابر ثواب ہوگا۔ بالکل یہی حال کفر اور گمراہی کا ہے۔ جو شخص کفر، گمراہی یا اللہ کی نافرمانی کی دعوت دے اور خلقِ خدا کو راہِ راست سے برگشتہ کرنے کی کوشش کرے تو وہ اللہ کے ہاں معتوب اور مجرم ہے۔ اسے اپنی غلط کاری کی سزا تو ملے گی ہی لیکن اس کے علاوہ اسے ان سب غلط کاروں کی مجموعی سزا بھی بھگتنی پڑے گی جو اس کی پیروی کرنے والوں کی دی جائے گی۔

تا خلافت کی بنا' دنیا میں ہو پھر استوار
لاکہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب وجگر

تنظیم اسلامی کا ترجمان' نظامِ خلافت کا نقیب

ہفت روزہ
لاہور

ندائے خلافت

بانی: اقتدار احمد مرحوم

16 تا 22 اکتوبر 2012ء
28 ذوالقعدہ تا 4 ذوالحجہ 1433ھ
جلد 21
شمارہ 41

مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
مدیر: ایوب بیگ مرزا
نائب مدیر: محبوب الحق عاجز

نگران طباعت: شیخ رحیم الدین
پبلشر: محمد سعید اسعد' طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس' ریلوے روڈ' لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:
67-اے' علامہ اقبال روڈ' گڑھی شاہو' لاہور-54000
فون: 36316638-36366638 فیکس: 36313131
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے' ماڈل ٹاؤن' لاہور-54700
فون: 03-35869501 فیکس: 35834000
publications@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 12 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک...... 450 روپے
بیرون پاکستان
انڈیا---------------(2000 روپے)
یورپ' ایشیا' افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ' کینیڈا' آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ' منی آرڈر یا پے آرڈر
"مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن" کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے

"ادارہ" کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

اداریہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ایوب بیگ مرزا

تحریک انصاف کا وزیرستان مارچ اور زخمی ملالہ

اکتوبر کے پہلے عشرہ میں دو ایسے واقعات ظہور پذیر ہوئے جن کا ظاہری طور پر آپس میں کوئی تعلق یا واسطہ نہیں تھا لیکن دونوں نے فضا میں زبردست تبدیلی پیدا کی۔ دونوں واقعات پاکستان کے شمال مغرب میں ہوئے۔ دونوں میں پٹھان رول تھا۔ پاکستان کی سیاسی جماعت تحریک انصاف کے قائد عمران خان نے دو ماہ قبل یہ اعلان کیا تھا کہ وہ اکتوبر کے آغاز میں شمالی وزیرستان جائیں گے'ان کے ساتھ ایک لاکھ افراد بھی ہوں گے اور وہ مقامی اور عالمی میڈیا کو وہاں لے جا کر دکھائیں گے کہ ڈرون حملوں کے ذریعے ان علاقوں کے عوام پر کیسا ظلم وستم ڈھایا جاتا ہے۔ کس طرح معصوم شہریوں کو ہلاک کیا جاتا ہے۔ وہ عورتیں جنہیں دیکھنا چشم فلک کے لیے بھی کبھی ممکن نہیں تھا اُن کی بے گور وکفن لاشیں کس طرح ننگے آسمان تلے پڑی ہوتی ہیں۔ جب سے نام نہاد دہشت گردی کے خلاف جنگ کا آغاز ہوا ہے مشرف اور زرداری دونوں حکومتوں نے وہ علاقہ میڈیا کے لیے ''نوگو ایریا'' بنایا ہوا ہے اور ہر ڈرون حملے کے بعد ہمیں بتا دیا جاتا ہے کہ اتنے ''دہشت گرد'' ہلاک کر دیے گئے ہیں۔ لیکن جب کبھی ان علاقوں کے لوگوں سے ذاتی رابطے کی کوئی سبیل بنتی ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ زیادہ تر عام لوگ شہید ہوتے ہیں۔ مغرب ہی کی دو یونیورسٹیوں نے حال ہی میں خفیہ ذرائع سے تحقیق کی ہے اور اپنی یہ تحقیقی رپورٹ باقاعدہ شائع کی ہے۔ رپورٹ کے مطابق ان ڈرون حملوں سے قبائلی علاقوں میں 98% فیصد عام لوگ ہلاک ہوتے ہیں اور 2% فیصد ''دہشت گرد'' ہلاک ہوتے ہیں۔ یہ بات اب کھلا راز ہے کہ ڈرون حملے ماضی قریب تک ہمارے حکمرانوں کی مرضی ومنشا سے ہوتے تھے۔

عمران خان کی جماعت تحریک انصاف کی طرف سے ایسے علاقے کی طرف مارچ کے اعلان نے ایک دنیا کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیا۔ اس لیے کہ اس وقت تک صورت حال یہ ہے کہ پاکستان کے کسی وزیر اعظم' صدر یا کسی وزیر اور سویلین عہدے دار نے اس طرف رخ کرنے کا کبھی ذکر تک نہیں کیا۔ اطلاعات کے مطابق حکمرانوں کے ہاں ان علاقوں کا دورہ کرنے کا معاملہ کبھی زیر غور بھی نہیں آیا تھا۔ اپوزیشن سیاسی جماعتیں یہاں تک کہ مذہبی جماعتیں جو ڈرون حملوں کے حوالے سے اکثر کراچی، لاہور جیسے بڑے شہروں میں محفوظ قسم کے مظاہرے کرتی رہتی ہیں' انہوں نے بھی ان متاثرہ علاقوں کا دورہ کرنے کی زحمت گوارا نہ کی۔ عمران خان نے یہ اعلان کر کے ان سب کو مدافعتی پوزیشن میں ڈال دیا اور اکثر نے اسے سیاسی سٹنٹ' شعبدہ بازی' ڈرامہ اور سیاست بازی قرار دیا۔ ہم اس بحث میں نہیں پڑتے کہ یہ کیا تھا۔ پھر یہ کہ انتخابی سیاست کے ذریعے پاور پالیٹکس کو ہم نے اپنے لیے چونکہ شجرۂ ممنوعہ قرار دیا ہوا ہے اور اس حوالہ سے ہمارا رویہ یہ ہے کہ گاؤ آمد وخر رفت اور خر آمد وگاؤ رفت کے اس سلسلے سے ہم قطعی طور پر لاتعلق ہیں۔ لہٰذا ہمیں تبصرہ کرتے ہوئے یہ فکر بھی لاحق نہیں ہوتی کہ اکثریتی عوام اور ووٹروں کو ہمارا تبصرہ پسند آئے گا یا نہیں۔ لہٰذا یہ کہا جا سکتا ہے کہ ہمارا تبصرہ صحیح معنوں میں بے لاگ اور غیر جانبدارانہ ہوتا ہے۔ ہمارا تحریک انصاف سے کیا تعلق' وہاں مخلوط معاشرت ہے' جلسے جلوسوں میں موسیقی کے ساتھ ملی اور قومی نغمے ہیں' غیر سنجیدہ نعرہ بازی ہے وغیرہ وغیرہ اور ہم اللہ کے فضل وکرم سے ان چیزوں کی طرف روزِ اوّل سے پیٹھ کیے ہوئے ہیں۔ لیکن ہم یہ تسلیم کرنا بھی اپنا دینی فریضہ سمجھتے ہیں کہ اس مارچ کی وجہ سے امریکہ اور مغربی یورپ کے عوام کے سامنے ڈرون حملوں کی ہلاکت خیزی اور اپنی حکومتوں کی درندگی سامنے آئی ہے۔ وہ یقیناً ایک قابل تحسین کام ہے۔ امریکہ بُری طرح بے نقاب ہوا ہے اور دنیا بھر میں اس درندگی کے حوالہ سے سوالات اٹھنا شروع ہو گئے ہیں۔ کون نہیں جانتا کہ عالمی میڈیا پر یہودی لابی قابض ہے' لیکن وہ بھی اس پر بات کرنے اور ڈرون حملوں کی مذمت کرنے پر مجبور ہوئے ہیں۔ اس لیے کہ بہرحال بہت سا جھوٹ پھیلانے کے لیے انہیں credibility قائم رکھنی پڑتی ہے۔ وگرنہ وہ discredit ہو جائیں گے' جس سے ان کا کاروبار متاثر ہوگا۔ البتہ ہمیں یہ اعتراض بھی درست معلوم ہوتا ہے کہ اس مارچ میں تحریک انصاف کی قیادت کو اپنی توپوں کا رخ صرف اور صرف ڈرون حملے کرنے والے ملک (یعنی امریکہ) کی طرف کرنا چاہیے تھا اور مقامی سیاست کے حوالہ سے ایک لفظ بھی نہیں کہنا چاہیے تھا۔

ڈرون حملوں کی مخالفت میں یہ ان کی سنجیدگی کا تقاضا تھا کہ وہ یہ تاثر دیتے کہ ہم اس مارچ میں پاکستان کے ہر طبقے‘ ہر جماعت بلکہ ہر فرد کی نمائندگی کر رہے ہیں۔ لیکن تحریک انصاف یہ اخلاقی معیار قائم نہیں کر سکی اور وہ امریکہ کے ساتھ ساتھ مولانا فضل الرحمٰن پر بھی برستے رہے۔ ایسا نہیں ہونا چاہیے تھا۔

اس حوالہ سے ایک بات خصوصاً قابل ذکر ہے کہ اس مارچ والے دن اور اگلے روز ہمارے سیکولر عناصر اور الیکٹرانک میڈیا کے بعض حضرات ایسے دبے رہے جیسے چور چوری کرتے پکڑا گیا ہو۔ لیکن اگلے ہی روز ایک نہایت بھیانک واقعہ جس کی مذمت کے لیے الفاظ کا چناؤ انتہائی مشکل ہے‘ وقوع پذیر ہوا۔ یہی وہ دوسرا واقعہ ہے جس کا ہم نے آغاز میں ذکر کیا تھا۔ ملالہ یوسف زئی ایک چودہ سال بچی ایک گولی کی زد میں آ کر شدید زخمی ہوگئی اور بقول اخبارات کے تحریک طالبان نے اس حملہ کی ذمہ داری بھی قبول کر لی۔ ہم نہیں جانتے کہ یہ حملہ کس نے کیا ہے اور قبول کرنے والے کون ہیں؟ ہیں بھی یا نہیں اور ذمہ داری قبول کرنے کا جو کھیل کھیلا جاتا ہے یا اس میں کوئی حقیقت ہے۔ ہم ان سب معاملات سے قطع نظر، صرف ایک بات جانتے ہیں کہ جس کسی نے یہ شرمناک‘ انسانیت سوز اور بزدلانہ حرکت کی ہے وہ اسلام دشمن ہے اور انسانیت کے ماتھے پر کلنک کا ٹیکہ ہے اور دنیا و آخرت میں عذاب الٰہی کا مستحق ہے۔ اس معاملے میں اہم ترین نکتہ یہ ہے کہ کسی بھی جرم کی تفتیش اور تحقیق کرتے ہوئے سب سے پہلے یہ دیکھا جاتا ہے کہ اس واردات کا‘ اس فعل کا نتیجتاً فائدہ کس کو پہنچے گا؟ کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ اس کا فائدہ طالبان کو پہنچے گا یا اس کا فائدہ پاکستان کی مذہبی جماعتوں کو پہنچے گا؟ یقیناً نہیں‘ ہرگز نہیں۔ اس کا فائدہ صرف اور صرف امریکہ کو اور طالبان و اسلام دشمن عناصر کو پہنچے گا۔ لیکن اس پر ہمیں الیکٹرانک میڈیا پر سیکولر اور اسلام دشمن عناصر کی اچھل کود سمجھ میں نہیں آئی۔ یہ بالکل تازہ واقعہ ہے اور ہمیں اس کی کسی قسم کی بھی تفصیلات معلوم نہیں‘ لیکن ہمیں اس میں سے ایک بو آ رہی ہے۔ کون نہیں جانتا کہ سوات اور جنوبی وزیرستان میں اپریشن سے پہلے ایک عورت کو سربازار کوڑے مارنے کا ڈراما رچایا گیا تھا۔ کچھ الفاظ مولانا صوفی محمد کے منہ میں ٹھونسے گئے تھے اور طالبان کو اسلام آباد تک پہنچا دیا گیا تھا اور پھر پلان کے مطابق اپریشن ہوا۔ لہٰذا اس پس منظر میں سارے واقعہ کو دیکھنا ہو گا۔ ہم اللہ سے دعا گو ہیں کہ یہ ہمارا سوئے ظن ہو‘ لیکن سانپ کا کاٹا رسی سے ڈرے اور دودھ کا جلا چھاچھ پھونک کر پیئے۔ ہم سے ماضی میں مقامی اور عالمی سطح پر بہت سے ڈرامے ہوئے۔ ان میں سے نائن الیون کا ڈراما سب سے زیادہ hit ہوا۔

آخر میں ہم پاکستان اور عالم اسلام کی بچی ملالہ یوسف زئی کے لیے دعا گو ہیں کہ اللہ اسے شفائے عاجلہ اور کاملہ عطا فرمائے، وہ زندگی کی بہت سی بہاریں دیکھے اور اسلام دشمن قوتوں‘ سیکولر اور ملحد عناصر کو اپنے عمل اور کردار سے یہ باور کرائے کہ وہ ایک مسلمان خاتون ہے‘ اللہ رب العزت کی ناچیز بندی اور محمد عربیؐ کی ادنیٰ کنیز ہے‘ جو شعائر اسلام کے لیے ہر قسم کی قربانی دے سکتی ہے۔

☆☆☆

پریس ریلیز 10اکتوبر2012ء **حافظ عاکف سعید**

تحریک انصاف کا ڈرون حملوں کے خلاف وزیرستان کی جانب مارچ قابل تحسین ہے

عمران خان نوجوانوں کو مخلوط معاشرت اور ناچ گانے میں لگانے کے بجائے اسلامی انقلاب کی راہ ہموار کرنے کی طرف متوجہ کریں

ڈرون حملے بند کرانے کی جدوجہد ہر قسم کی سیاست سے بالاتر ہونی چاہیے۔ یہ بات تنظیم اسلامی کے امیر **حافظ عاکف سعید** نے ایک بیان میں کہی۔ اُنھوں نے کہا کہ عمران خان اور ان کی جماعت PTI سے اختلافات کے باوجود تحریک انصاف کا ڈرون حملوں کے خلاف وزیرستان کی جانب مارچ قابل تحسین ہے۔ اُنھوں نے کہا کہ اس مارچ نے ڈرون حملوں سے شہید اور زخمی ہونے والے معصوم عوام کی طرف عالمی توجہ مبذول کرائی ہے اور امریکہ کے سیاہ کارناموں کو بُری طرح بے نقاب کیا ہے، امریکہ اور یورپ میں بڑی شدت سے یہ سوال اُٹھایا جا رہا ہے کہ امریکہ ایسی غیر انسانی اور غیر اخلاقی حرکت کیوں کر رہا ہے جس سے بے گناہ انسان موت کے گھاٹ اُتر رہے ہیں۔ اُنھوں نے کہا کہ حکومت کے پاس یہ سنہری موقعہ تھا کہ وہ ایک طرف تحریک انصاف سے تعاون کرتی اور دوسری طرف سیکورٹی کونسل میں اِس مسئلہ کو اُٹھاتی تا کہ عوامی سطح پر اور اداروں کے ذریعے امریکی انتظامیہ پر پریشر بڑھایا جا سکتا لیکن افسوس صدر زرداری تو امریکہ کو یہ تک کہہ چکے ہیں کہ ڈرون حملوں کی وجہ سے اجتماعی ہلاکتیں آپ کے لیے پریشان کن ہوں گی میرے لیے نہیں۔ علاوہ ازیں وکی لیکس کے مطابق سابق وزیر اعظم یوسف رضا گیلانی نے امریکہ کو کہا تھا کہ آپ ڈرون حملے کرتے رہیں ہم اسمبلی میں اس کی زبانی مذمت کرتے رہیں گے۔ حافظ عاکف سعید نے عمران خان کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ اگر آپ کا یہ دعویٰ درست ہے کہ پاکستان کے نوجوان آپ کے ساتھ ہیں تو خدارا اُنھیں جلسے جلوسوں میں مخلوط طرز معاشرت اور ناچ گانے کی طرف لگانے کی بجائے اسلامی انقلاب کی راہ ہموار کرنے کی طرف متوجہ کریں اور اُس کام کے لیے پریشر گروپ بنائیں۔ اِس لیے کہ پاکستان کے مسائل کو اسلامی فلاحی ریاست اور شریعت نافذ کیے بغیر حل کرنا انتہائی مشکل ہی نہیں ناممکن ہے۔ اُنھوں نے دوسری سیاسی جماعتوں سے بھی اپیل کی کہ وہ سنجیدگی سے ڈرون حملوں کے خلاف میدان میں آئیں۔ اگر قوم اور حکمران ڈرون حملوں کے خلاف متفق ہو جائیں تو امریکہ حملے بند کرنے پر مجبور ہو جائے گا۔

پریس ریلیز 11اکتوبر2012ء

ملالہ پر قاتلانہ حملہ اسلام دشمن کارروائی تھی جو ایک منصوبے کے تحت کی گئی ہے

ملالہ پر قاتلانہ حملہ انسانیت کے ماتھے پر کلنک کا ٹیکہ ہے۔ یہ بات تنظیم اسلامی کے امیر حافظ عاکف سعید نے میڈیا سے گفتگو کرتے ہوئے کہی۔ انہوں نے کہا کہ جس کسی نے بھی یہ بزدلانہ حرکت کی ہے ہم اس کی شدید ترین الفاظ میں مذمت کرتے ہیں۔ ہم سمجھتے ہیں کہ یہ اسلام دشمن کارروائی تھی جو ایک منصوبے کے تحت کی گئی ہے۔ انہوں نے کہا کہ جو دین بلاوجہ درخت کاٹنے کی اجازت نہ دیتا ہو وہ انسانوں کو ناحق قتل کرنے کی اجازت کیسے دے سکتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ اس معاملے میں یہ سوال یقیناً قابل غور ہے کہ ملالہ پر قاتلانہ حملے کا کس کو فائدہ پہنچا۔ یقیناً طالبان یا مذہبی جماعتوں کو اس کا فائدہ نہیں پہنچ سکتا۔ انہوں نے کہا کہ امریکہ ملالہ پر قاتلانہ حملے کی مذمت کس منہ سے کرتا ہے جو خود بدترین دہشت گردی کا مرتکب ہے اور ایک مدت سے ڈرون حملوں سے ہزاروں بے گناہ اور معصوم لوگوں کو شہید کر چکا ہے۔ حقیقت میں اس کا فائدہ صرف امریکہ کو پہنچا ہے جو اب بھی اس آڑ میں مسلسل ڈرون حملے کر کے قبائلی علاقوں میں کئی درجن ملالہ شہید کر رہا ہے۔

(جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشر و اشاعت‘ تنظیم اسلامی پاکستان)

"یہ دنیا کی زندگی تو صرف کھیل تماشا ہے"

زندگی کی حقیقت: آیات قرآنی کی روشنی میں

مسجد جامع القرآن، قرآن اکیڈمی لاہور میں امیر تنظیم اسلامی محترم **حافظ عاکف سعید** حفظہ اللہ کے 5 اکتوبر 2012ء کے خطاب جمعہ کی تلخیص

[آیاتِ قرآنی کی تلاوت اور خطبۂ مسنونہ کے بعد]

حضرات! آپ کو یاد ہوگا کہ پچھلے جمعہ ﴿کُلُّ نَفۡسٍ ذَآئِقَۃُ الۡمَوۡتِ ؕ﴾ کے حوالے سے قرآن مجید میں تین مقامات پر جو خصوصی پیغامات آئے ہیں ان پر گفتگو ہوئی تھی۔ ان آیات میں ہمارے پورے فلسفۂ حیات کا احاطہ کر لیا گیا ہے۔ یعنی موت پر زندگی کا خاتمہ نہیں ہے، بلکہ مرنے کے بعد پھر اللہ کے حضور حاضری دینی ہے۔ دنیا میں انسان پر جو سختیاں آتی ہیں یا اُسے جو خوشیاں اور راحتیں ملتی ہیں، یہ سب امتحان ہیں۔ دنیا امتحان گاہ ہے۔ یہاں آدمی کو جانچا جا رہا ہے۔ ؎

قلزم ہستی سے تو اُبھرا ہے مانند حباب
اس زیاں خانے میں تیرا امتحاں ہے زندگی

یہ مضمون قرآن مجید کے آغاز ہی میں سورۃ البقرہ کے چوتھے رکوع میں آ گیا ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام ہی کو یہ پیغام دے دیا گیا تھا کہ دنیا میں تمہارا قیام عارضی ہے۔ یہ مستقل ٹھکانہ نہیں ہے۔

﴿وَلَکُمۡ فِی الۡاَرۡضِ مُسۡتَقَرٌّ وَّ مَتَاعٌ اِلٰی حِیۡنٍ ﴾ (آیت:36)

"اور تمہارے لئے زمین میں ایک وقت تک ٹھکانہ اور معاش (مقرر کر دیا گیا) ہے۔"

یعنی اللہ تعالیٰ تمہیں ایک وقت معین کے لیے، عارضی طور پر دنیا میں بھیج رہا ہے۔ یہ ہمیشہ کے لیے تمہاری سکونت گاہ نہیں ہے۔ ابدی زندگی آخرت کی ہو گی۔ ساتھ ہی یہ کہہ دیا گیا کہ

﴿فَمَنۡ تَبِعَ ہُدَایَ فَلَا خَوۡفٌ عَلَیۡہِمۡ وَ لَا ہُمۡ یَحۡزَنُوۡنَ ﴾ (آیت:38)

"جنہوں نے میری ہدایت کی پیروی کی ان کو نہ کچھ خوف ہوگا اور نہ وہ غمناک ہوں گے۔"

یعنی میں اپنے نبی اور رسولوں کے ذریعے تمہیں جو ہدایت بھیجوں گا، تم میں سے جس نے بھی اس کو Follow کیا، اس کی اصل زندگی سنور جائے گی۔ اس کے لیے اصل زندگی (آخرت) میں کوئی خوف نہیں ہو گا۔ گویا اگر اپنا مستقبل سنوارنا چاہتے ہو تو یہاں جو وقت ملا ہے اس کو اس طریقے سے گزارو جو طریقہ رسولوں کو بتایا گیا۔ محمد رسول اللہ ﷺ کی بعثت کے بعد اب اسوۂ کاملہ آپ کی ہستی ہے۔ آپؐ کامل ترین معلم اور کامل ترین مربی ہیں۔ ہم پر آپؐ کے اسوۂ حسنہ کی پیروی لازم ہے۔ قرآن عزیز کہتا ہے:

﴿لَقَدۡ کَانَ لَکُمۡ فِیۡ رَسُوۡلِ اللّٰہِ اُسۡوَۃٌ حَسَنَۃٌ﴾ (الاحزاب:21)

"درحقیقت تم لوگوں کے لئے اللہ کے رسولؐ میں ایک بہترین نمونہ ہے۔"

بہر حال اس سارے تناظر میں دیکھا جائے تو دنیا کی زندگی، یہاں کی مصروفیات، یہاں کی دلچسپیاں، یہاں کی راحتیں اور یہاں کی کلفتیں سب امتحان ہیں۔ قرآن مجید نے چار مقامات پر دنیا کی زندگی کو لھو ولعب (یعنی کھیل تماشا) قرار دیا ہے۔ ترتیب مصحف کے اعتبار سے سب سے پہلے یہ بات سورۃ الانعام میں آئی ہے۔ فرمایا:

﴿وَمَا الۡحَیٰوۃُ الدُّنۡیَاۤ اِلَّا لَعِبٌ وَّ لَہۡوٌ ؕ وَ لَلدَّارُ الۡاٰخِرَۃُ خَیۡرٌ لِّلَّذِیۡنَ یَتَّقُوۡنَ ؕ اَفَلَا تَعۡقِلُوۡنَ (۳۲)﴾

"اور دنیا کی زندگی تو ایک کھیل اور مشغلہ ہے اور بہت اچھا گھر تو آخرت کا گھر ہے (یعنی) ان کے لئے جو (اللہ سے) ڈرتے ہیں۔ کیا تم سمجھتے نہیں۔"

جیسے بچوں کے کھیل ہوتے ہیں، یا جیسے ہمارے ہاں قومی سطح پر کرکٹ اور ہاکی کے میچز ہوتے ہیں (کہ جن میں پوری قوم یوں کھو جاتی ہے گویا یہی ہمارا اصل قومی مسئلہ ہے) اسی طرح یہ دنیا بھی ایک کھیل ہے۔ پھر جیسے کھیل میں کچھ عیاشی بھی شامل ہو جاتی ہے، اسی طرح دنیا کی زندگی میں بھی ہر شخص یہی چاہتا ہے کہ وہ زندگی کی ساری آسائشیں جمع کر لے، اُس کی نفسانی خواہشات پوری ہو جائیں۔ انسان ساری زندگی اسی کے لیے مارا مارا پھرتا ہے۔ لیکن یہاں فرمایا کہ آخرت دنیا کے مقابلے میں بہت بہتر ہے، البتہ بہتر ان لوگوں کے لیے ہے جو تقویٰ کی زندگی گزاریں۔ پھر یہ مضمون سورۂ عنکبوت میں آیا ہے۔ فرمایا:

﴿وَمَا ہٰذِہِ الۡحَیٰوۃُ الدُّنۡیَاۤ اِلَّا لَہۡوٌ وَّ لَعِبٌ ؕ وَ اِنَّ الدَّارَ الۡاٰخِرَۃَ لَہِیَ الۡحَیَوَانُ ۘ لَوۡ کَانُوۡا یَعۡلَمُوۡنَ (۶۴)﴾

"اور یہ دنیا کی زندگی تو صرف کھیل تماشا ہے اور (ہمیشہ کی) زندگی (کا مقام) تو آخرت کا گھر ہے۔ کاش یہ (لوگ) سمجھتے۔"

انسان بالعموم یہ خیال کرتا ہے کہ اصل زندگی دنیا کی ہے، آخرت پتا نہیں ہونی بھی ہے یا نہیں۔ کفارِ مکہ یہی کہتے تھے کہ دنیاوی زندگی کے سوا کوئی زندگی نہیں ہے۔ بلکہ آخرت کو ماننے والوں کی اکثریت بھی آج زبان حال سے یہی کہہ رہی ہے کہ زندگی تو بس یہی زندگی ہے، آج ساری دنیا کا فلسفہ یہی ہے۔ کہ بابر بعیش کوش کہ عالم دوبارہ نیست۔ لہٰذا یہی کوشش ہوتی ہے کہ زندگی کے ایک ایک لمحے کو پُر لطف بنایا جائے، جتنی زیادہ زندگی آپ جی سکتے ہیں جئیں، کوئی رسک نہ لیں۔ آج امریکیوں کا سب سے بڑا مسئلہ کیا ہے؟ یہی کہ انہوں نے ساری زندگی جو فلسفہ پڑھا اور جو ان کے رگ رگ میں ہے، وہ یہ ہے کہ دنیا کی زندگی ہی اصل زندگی ہے اور تو کچھ ہے نہیں۔ اور کامیاب شخص وہ ہے جو اس دنیا کو زیادہ سے زیادہ پُر آسائش بنا دے۔ لہٰذا وہ لوگ موت کا رسک لینا، جنگ میں جانا، سب سے بڑا

گھاٹے کا سودا سمجھتے ہیں۔اسی لئے وہ انتہائی بزدل ہیں۔لیکن واقعہ یہ ہے کہ یہ دنیا فانی ہے اور حیات اُخروی کے مقابلے میں محض ہیچ اور بے حقیقت ہے۔ یہاں کی زندگی کے صرف انہی لمحات کو زندگی کہا جا سکتا ہے جو آخرت کو سنوارنے کی جہد میں خرچ کیے جائیں۔ آخرت کی حقیقی زندگی کی کامیابی انہی کو ملے گی جو زندگی کی اس امتحان گاہ سے کامیابی سے گزر جائیں گے۔

سورۃ الحدید میں حیات دنیا کی بے ثباتی کو ایک مثال سے واضح کیا گیا ہے۔فرمایا:

﴿اِعْلَمُوْٓا اَنَّمَا الْحَیٰوةُ الدُّنْیَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ وَّزِیْنَةٌ وَّتَفَاخُرٌۢ بَیْنَكُمْ وَتَكَاثُرٌ فِی الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ ؕ﴾

’’جان رکھو کہ دُنیا کی زندگی محض کھیل اور تماشا اور زینت (و آرائش) اور تمہارے آپس میں فخر (وستائش) اور مال و اولاد کی ایک دوسرے سے زیادہ طلب (وخواہش) ہے۔‘‘

اگر غور کیا جائے تو اس آیت میں دنیا کی فانی زندگی کے پانچ مراحل کا تذکرہ آیا ہے، جن سے کہ بڑھاپے کی عمر تک پہنچنے والا ہر انسان گزرتا ہے۔

1۔ ’’لعب‘‘ (کھیل تماشا)۔دنیا کی زندگی کھیل تماشا ہے۔اِس سے انسان کے بچپن اور معصومیت کے زمانے کی طرف اشارہ ہے، جس میں انسان کی زندگی کا عنوان ہی کھیل کود ہوتا ہے۔بچوں کی زندگی کھیل کود سے عبارت ہوتی ہے۔وہ ایک کھیل کھیلتے ہیں، جیسے ہی وہ ختم ہوتا ہے دوسرا شروع کر دیتے ہیں۔اُن کی نظر میں اُن کی زندگی بامعنی تب ہی ہوتی ہے جب وہ کھیلنے میں مشغول ہوں۔اگر آپ انہیں کھیل سے روک دیں اور پڑھائی کے لئے بٹھائیں تو انہیں سخت ناگوار گزرتا ہے اور یہ پابندی قید بامشقت دکھائی دیتی ہے۔

2۔ ’’لھو‘‘ (تماشا) یہاں لطیف اشارہ نوجوانی یا لڑکپن کی طرف ہے۔اِسے آپ ’’Teen age‘‘ بھی کہہ سکتے ہیں۔عمر کا یہ حصہ نہایت حساس اور خطرات سے بھرپور ہوتا ہے۔اِس لئے کہ اس میں کھیل کود اور تفریح میں کچھ آوارگی کا عنصر بھی شامل ہو جاتا ہے۔نوجوانوں میں لذت پسندی آ جاتی ہے۔چنانچہ فلم بینی، عشقیہ گانے گانے، موسیقی سننے اور ناول پڑھنے کا رجحان پیدا ہو جاتا ہے۔نفسیاتی اعتبار سے یہ مرحلہ دنیا کے ہر خطے کے نوجوانوں پر آتا ہے۔

3۔ ’’زینۃ‘‘ (آرائش وزیبائش)۔نوجوانی کے ساتھ ہی جوانی کا دور شروع ہو جاتا ہے۔اِس میں آدمی اپنی زیب وزینت پر خصوصی توجہ دیتا ہے۔اپنے لباس اور وضع قطع کا خیال رکھتا ہے۔بچپن کے دور میں ساری توجہ کھیل کود پر ہوتی ہے اور آدمی کو اپنی اور اپنے لباس کی صفائی ستھرائی کا خیال نہیں ہوتا، مگر اس مرحلے میں اُس کی دلچسپی کا اصل میدان زینت و آرائش ہوتی ہے۔ چنانچہ وہ اپنا بہت سا وقت آئینے کے سامنے گزارتا ہے، اپنے بالوں کو سنوارتا ہے، اپنے لباس اور ہیر سٹائل کو جدید فیشن کے مطابق بنانے کی کوشش کرتا ہے۔

4۔ ’’تفاخر‘‘ (تمہارا آپس میں فخر کرنا)۔پھر ایک دور ایسا آتا ہے جس میں انسان کو اپنی کسی صلاحیت اور قابلیت پر فخر کرنا بڑا اچھا لگتا ہے۔اُس کے اندر دوسروں پر اپنی برتری قائم کرنے اور اپنے آپ کو نمایاں کرنے کی خواہش کا غلبہ ہوتا ہے۔جیسا کہ ایڈلر نے کہا ہے کہ ہر انسان کے اندر ’’حبِ تفوق‘‘ کا جذبہ پایا جاتا ہے اور یہ جذبہ اپنا عملی اظہار اور تسکین چاہتا ہے، جس کی صورت یہ ہے کہ انسان دوسروں پر غالب ہو۔مثلاً وہ اپنے فن میں نمایاں ہو یا اُسے کوئی سیاسی حیثیت اور عہدہ حاصل ہو وغیرہ۔آج جو لوگ کونسلر شپ یا صوبائی اور قومی اسمبلی کا ممبر بننے کے لئے لاکھوں کروڑوں روپے خرچ کر رہے ہیں، اسی لئے کر رہے ہیں تاکہ وہ دوسروں سے ممتاز ہوں اور اُن کی الگ شناخت ہو۔گویا یہ جذبۂ تفوق کی تسکین کا ذریعہ ہے۔

5۔ ’’تکاثر فی الاموال والاولاد‘‘ (مال و اولاد کی کثرت کی خواہش)۔انسان پر ایک دور ایسا آتا ہے جب اُس میں مال و اولاد کی بہتات کی طلب اور حرص و ہوس بڑھ جاتی ہے۔اِس عمر میں بڑے میاں کو یہ فکر لاحق رہتی ہے کہ آیا بچوں نے کاروبار ٹھیک طریقے سے سنبھالا ہے یا نہیں۔اُس کی تجارت میں ترقی ہو رہی ہے یا نہیں۔جائیداد، فیکٹریوں اور کارخانوں میں اضافہ ہوا ہے یا نہیں ہوا، اگر نہیں ہوا تو کیوں؟ میں نے اتنے پلازے بنائے تھے اُن کی تعداد میں اضافہ کیوں نہیں ہوا۔ہر وقت اُسے یہی ہوس فکر مند رکھتی ہے، یہاں تک کہ وقت اجل آ جاتا ہے۔

زندگی کی بے ثباتی کو پانچ ادوار کے حوالے سے بیان کرنے کے بعد اب اِسے ایک مثال سے واضح کیا جا رہا ہے۔فرمایا:

﴿كَمَثَلِ غَیْثٍ اَعْجَبَ الْكُفَّارَ نَبَاتُهٗ ثُمَّ یَهِیْجُ فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ یَكُوْنُ حُطَامًا ؕ﴾

’’(اس کی مثال ایسی ہے) جیسے بارش کہ (اس سے کھیتی اُگتی اور) کسانوں کو کھیتی بھلی لگتی ہے، پھر وہ خوب زور پر آتی ہیں، پھر (اے دیکھنے والے) تو اُس کو دیکھتا ہے کہ (پک کر) زرد پڑ جاتی ہے، پھر چورا چورا ہو جاتی ہے‘‘

انسان کی زندگی ایک لہلاتی فصل کی مانند ہے۔

انسانی زندگی اور فصل کی زندگی میں بڑا معنوی ربط ہے۔کسی فصل کا معاملہ یہ ہوتا ہے کہ وہ محدود وقت کے لئے ہوتی ہے۔فرض کریں، گندم کی فصل ہے، وہ چھ ماہ میں تیار ہو جاتی ہے، البتہ تیار ہونے تک اُسے کئی مراحل سے گزرنا پڑتا ہے۔سب سے پہلے کسان ایک کھیت میں جو اس سے پہلے ویران پڑا ہوتا ہے، دانہ ڈالتا ہے۔کچھ دنوں کے بعد اُس میں فصل اُگ آتی ہے۔یہ فصل مختلف مرحلوں سے گزر کر تیسرے چوتھے مہینے لہلہانے لگتی ہیں، جسے دیکھ کر کسان کا دل باغ باغ ہو جاتا ہے۔اس کے بعد اُس پر اناج آتا ہے اور فصل پکنے لگتی ہے اور اُس کا رنگ پیلا ہو جاتا ہے۔اور بالآخر فصل کاٹ دی جاتی ہے، اور کھیتی ایک مرتبہ پھر ویران ہو جاتی ہے۔یہی حال انسانی زندگی کا ہے۔بچہ پیدا ہوتا ہے۔بچپن اور لڑکپن کے بعد جوانی اور شباب کے دور میں قدم رکھتا ہے۔جوانی کے بعد اُس پر دورِ زوال آتا ہے اور وہ ادھیڑ عمر سے ہوتا ہوا بڑھاپے کی عمر کو پہنچ جاتا ہے۔اب جسم و جان کی قوتیں اور صلاحیتیں جواب دینے لگتی ہیں۔بالآخر زندگی کی مہلت ختم ہو جاتی ہے اور وہ پیوند خاک ہو جاتا ہے اور جس مٹی سے اللہ نے اُسے پیدا کیا تھا، اُس میں ہی واپس چلا جاتا ہے۔حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر اب تک کتنی ہی انسانی فصلیں ہیں، جو کٹ چکی ہیں۔ذرا سوچئے، آج سے ستر سال پہلے جو لوگ دنیا میں تھے، آج وہ کہاں ہیں۔اسی طرح آج ہم جو دنیا میں ہیں، چند عشروں کے بعد کہاں ہوں گے۔ظاہر ہے کہ تب تک ہماری زندگی کی فصل بھی کٹ جائے گی۔

انسانی زندگی اور فصل کی زندگی میں فرق صرف یہ ہے کہ ایک فصل اپنی زندگی کے تمام مراحل چند ماہ میں طے کر لیتی ہے اور انسان وہی مراحل ساٹھ ستر اَسّی سال میں طے کرتا ہے۔پھر یہ کہ کسی کھیتی سے فصل یکبار گی کاٹ لی جاتی ہے جبکہ انسان ایک ایک کر کے سفر آخرت پر روانہ ہوتا ہے۔باقی کوئی فرق نہیں ہے۔فصل کی زندگی کی طرح انسانی زندگی بھی فانی اور عارضی ہے۔اُسے بھی ثبات نہیں ہے۔یہی وہ حقیقت ہے جو ہمیں بار بار سمجھائی جاتی ہے، تاکہ ہم آخرت کی تیاری کریں، دنیا پر آخرت ترجیح دیں اور وہاں کی حقیقی کامیابی کے لئے اللہ کو راضی کریں۔

آگے فرمایا:

﴿وَفِی الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ شَدِیْدٌ ۙ وَّمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانٌ ؕ﴾

’’اور آخرت میں (کافروں کے لئے) عذاب شدید اور

(مومنوں کے لئے) اللہ کی طرف سے بخشش اور خوشنودی ہے۔"

آخرت میں انسان کے دو ہی انجام ہوں گے۔ یا تو وہ لوگ ہوں گے جو حق سے اعراض اور سرکشی و نافرمانی کے سبب عذاب جہنم میں مبتلا کئے جائیں گے اور یہ عذاب انتہائی خوفناک ہوگا۔ آگ میں جلنے سے جب مجرمین کی جلد جل جائے گی تو انہیں دوسری جلد عطا کر دی جائے گی۔ دنیا میں چند لمحے آگ یا کسی گرم چیز سے ہماری انگلی جل جائے تو یہ تکلیف ہمارے لئے ناقابل برداشت ہوجاتی ہے۔ ذرا سوچئے، اُس عذاب کی شدت کا کیا عالم ہوگا جس میں مجرموں کو ہمیشہ جلنا پڑے گا۔

دوسرے وہ لوگ ہوں گے جنہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے مغفرت اور بخشش کا پروانہ عطا ہوگا، اور اللہ اُن سے راضی ہوگا۔ یہ وہ لوگ ہوں گے جنہوں نے دنیا کی زندگی میں اللہ کی رضا اور نجات اخروی کے حصول کے ہدف کو مقدم رکھا ہوگا۔ جنہوں نے اپنی عاقبت بنانے کے لئے دنیا کی رنگینی اور بے پناہ ترغیبات کو ٹھکرایا ہوگا۔ اے باری تعالیٰ! ہمیں انہی لوگوں میں شامل کردے۔ (آمین)

آگے فرمایا:

﴿وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ﴿۲۰﴾﴾

"اور دُنیا کی زندگی تو متاعِ فریب ہے۔"

ہمیں یہ حقیقت ہر وقت اپنے پیش نظر رکھنی چاہیے کہ دنیا کی زندگی دھوکے کا سامان ہے۔ یہاں کی اصل حقیقت موت ہے، جس سے کسی کو بھی مفر نہیں۔ ہم جہاں کہیں بھی ہوں، جب وقت آئے گا تو موت ہمیں آ دبوچے گی۔ انسان بالعموم اسی دنیا کے چکروں میں رہتا ہے۔ دنیا بنانے اور یہاں کی ضرورتوں کو پورا کرنے میں وہ سارا وقت گزار دیتا ہے۔ اسے یہ خیال ہی نہیں آتا کہ میں کمرۂ امتحان میں ہوں، اصل زندگی کوئی اور ہے۔ اس کی توجہ ادھر نہیں جاتی کہ موت کے بعد کیا کیا سختیاں میرا انتظار کر رہی ہیں، بلکہ اسی دنیا میں مگن رہتا ہے۔ دنیا کی زندگی کے اندر ایسی کشش اور جاذبیت ہے کہ وہ انسان کو اپنی طرف کھینچ لیتی ہے۔

اگر کسی کو زندگی کا حقیقی تصور سمجھ آجائے، تو پھر اُسے کرنا کیا ہوگا۔ فرمایا:

﴿سَابِقُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا كَعَرْضِ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ۙ اُعِدَّتْ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ ؕ﴾

"(بندو) لپکو اپنے پروردگار کی بخشش کی طرف اور جنت کی (طرف)، جس کا عرض آسمان اور زمین کے عرض کا سا ہے۔ اور جو اُن لوگوں کے لئے تیار کی گئی ہے جو اللہ پر اور اُس کے پیغمبروں پر ایمان لائے ہیں۔"

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو سمجھا رہا ہے کہ دنیا، جو دھوکے کا سامان ہے، اِس کے چکر میں نہ آؤ۔ تمہاری اصل زندگی آخرت کی زندگی ہے اُس کو سنوارنے کے لئے محنت کرو۔ تم دنیا میں مقابلہ کی بجائے آخرت بنانے کے لئے ایک دوسرے سے مقابلہ کرو۔ اللہ سے مغفرت کے حصول اور اُس جنت کو حاصل کرنے کی کوشش کرو، جس کا عرض آسمان اور زمین جیسا ہے ——— آج ہر طرف دنیا پرستی کی آگ بھڑک رہی ہیں۔ اِس بات کی تلقین کی جا رہی ہے کہ تمہاری زندگی یہی زندگی ہے، اِس کو بہتر بنانے کے لئے تمام وسائل بروئے کار لاؤ، اِس کو پُر آسائش بنانے کے لئے اپنی تمام تر صلاحیتیں اور توانائیاں لگا دو، (معاذ اللہ) جائز و ناجائز، حلال و حرام کے تصورات سے پیچھا چھڑاؤ۔ تمہارا ہدف یہ ہونا چاہیے کہ تم بڑے رقبے اور جائیداد کے مالک بن جاؤ۔ کئی کئی کنال رقبے پر محیط تمہاری شاہانہ رہائش ہونی چاہیے، تاکہ ایلیٹ کلاس میں شامل ہو سکو۔ آپ پوری دنیا میں چلے جایئے، یہی رجحانات آپ کو ہر جگہ ملیں گے۔ ان رجحانات کو کنٹرول کرنے کا ذریعہ ایمان حقیقی ہے۔ اگر ان رجحانات کو لگام نہ دی جائے تو پھر دنیا کی زندگی یہی کچھ رہ جائے گی کہ بقول اکبرالٰہ آبادی ؎

کیا کہیں احباب کیا کار نمایاں کر گئے
بی اے کیا، نوکر ہوئے، پنشن ملی اور مر گئے

اِس کے برعکس اللہ کی کتاب ہمیں بتا رہی ہے کہ تمہاری منزل دنیا نہیں، آخرت ہے۔ اصل کامیابی دنیا میں آسائشوں کا حصول نہیں، جنت حاصل کرنا ہے، لہٰذا تمہیں یہاں جو مہلت عمر ملی ہے، اس سے فائدہ اُٹھاؤ۔ اِسے اپنے رب کی مغفرت اور اس جنت کے حصول کے لیے بھاگ دوڑ میں لگاؤ، آخرت کے لئے محنت کرو۔ اِس لئے کہ تمہارے پاس یہی وقت ہے۔ اسی وقت کو تم تفریح کے لئے اور دنیا بنانے میں استعمال کرتے ہو اور اسی سے فائدہ اُٹھا کر تم اپنی آخرت سنوار سکتے ہو۔ علامہ اقبال اپنی مشہور نظم "مسجد قرطبہ" میں کہتے ہیں ؎

سلسلہ روز و شب، تارِ حریرِ دو رنگ
جس سے بناتی ہے ذات اپنی قبائے صفات!

انسان کو بھی جو صلاحیتیں حاصل کرنی ہیں وہ انہی اوقات میں حاصل کرنی ہے۔ جو کمانا ہے، وہ اسی کے اندر کمانا ہے، چاہے دنیا کمائے یا آخرت کمائے۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ "ہر شخص جو صبح کرتا ہے وہ اپنے آپ کو بیچتا ہے۔" مثلاً ایک مزدور جو محنت کرتا ہے، اپنی جسمانی مشقت بیچتا ہے۔ ایک چوٹی کا وکیل جو ایک ایک مقدمے کی 50، 50 کروڑ روپے فیس لیتا ہے، اپنی ذہنی صلاحیت کو بیچ رہا ہوتا ہے۔ اسی طرح ایک ڈاکٹر اپنی پیشہ ورانہ صلاحیت بیچتا ہے۔ تو لوگوں میں سے وہ بھی ہیں جو اپنے آپ کو آخرت کے عذاب سے بچا لیتے ہیں، اور وہ بھی ہیں جو سارے دن کی محنت کے بعد بھی جہنم اور ہلاکت خریدتے ہیں۔ یہ بہت گھاٹے کا سودا ہے۔ اس لئے کہ آخرت کا عذاب بہت ہولناک ہے، جہنم کی آگ دنیا کی آگ سے ستر بلکہ سو گنا سے بھی زیادہ شدت والی ہے۔ ایسے خوفناک انجام کا رسک کیونکر لیا جا سکتا ہے۔ بہرکیف بچاؤ کا ایک ہی راستہ ہے کہ دوڑو مغفرت اور اس جنت کی طرف جو اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے لیے تیار کی ہے یعنی جو حقیقتاً اللہ پر اور اس کے رسولوں پر ایمان رکھنے والے ہیں۔ جو فی الواقع اللہ اور اس کے رسول کے فرمانبردار اور وفادار ہیں۔ اس لیے کہ بعد کی آیات میں ایسے لوگوں کا وصف یہ بتایا گیا ہے کہ وہ باطل نظام کو جڑ سے اکھاڑنے کے لئے فولادی قوت کو ہاتھ میں لے کر نکلیں، نقد جان ہتھیلی پر رکھ کر میدان میں آئیں۔ یہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان اور وفاداری کا تقاضا ہے۔ یہ ہے اصل پیغام

﴿ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ﴿۲۱﴾﴾ (الحدید)

"یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے عطا فرمائے۔ اور اللہ بڑے فضل کا مالک ہے۔"

دنیا کی زندگی تو ہر نیک و بد گزار کر چلا جائے گا، لیکن اللہ کا فضل تو انہی لوگوں پر ہے جن پر دنیا کی حقیقت منکشف ہوگئی، جنہوں نے اپنا قبلہ درست کرلیا، اور اپنی صحیح منزل معین کر کے اس کے لیے دن رات محنت اور جدوجہد کی۔ اللہ بڑے فضل والا ہے۔ انسان کو چاہئے کہ اس کے فضل کا طالب بنے۔ ہمارا مسئلہ یہ ہے کہ اللہ سے جب مانگتے بھی ہیں تو صرف دنیاوی مسائل کا حل مانگتے ہیں۔ ہم اپنے اصل مسئلے کو سمجھ ہی نہیں رہے۔ انسان کو منزل دنیا نہیں آخرت کو بنانا چاہئے کہ اصل اجر وہاں ملنا ہے۔ اگرچہ اللہ تعالیٰ کے اپنے نیک بندوں سے دنیا میں بھی کچھ وعدے ہیں، لیکن اُن کی حیثیت بونس کی سی ہے۔ ورنہ دنیا اور اُس کی ساری چیزیں ثانوی ہیں۔ اصل شے آخرت کی کامیابی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں دائمی کامیابی سے نوازے۔ (آمین) اِس موضوع پر گفتگو آئندہ جمعہ بھی ہوگی، ان شاء اللہ!

[مرتب: محبوب الحق عاجز]

اختر مینگل کے 6 نکات اور ان کی اصل حقیقت

خلافت فورم میں فکر انگیز مکالمہ

مہمان: ایوب بیگ مرزا

میزبان: وسیم احمد

سوال: اختر مینگل نے بلوچستان کے مسائل کے حل کے لیے 6 نکات پیش کرتے ہوئے کہا کہ ہماری تجاویز کو مجیب الرحمٰن کے 6 نکات سمجھا جائے۔ آپ کے خیال میں اختر مینگل اور مجیب الرحمٰن کے 6 نکات میں کوئی مماثلت پائی جاتی ہے؟

ایوب بیگ مرزا: میری ذاتی رائے میں مجیب الرحمٰن کے 6 نکات اور اختر مینگل کے 6 نکات میں کوئی مماثلت نہیں پائی جاتی۔ سب سے پہلے مجیب الرحمٰن کے 6 نکات پر نگاہ ڈال لی جائے تاکہ صورتِ حال واضح ہو سکے۔ کیونکہ یہ 41 سال پہلے کی بات ہے۔ اس دوران میں ہماری ایک نسل جوان ہو چکی ہے جو یہ نہیں جانتی ہے کہ آخر مشرقی پاکستان کن وجوہات کی بناء پر ہم سے علیحدہ ہوا تھا۔ شیخ مجیب الرحمٰن یا عوامی لیگ کا سب سے پہلا نکتہ یہ تھا کہ آئین 1940 کی قرارداد لاہور کی بنیاد پر بنایا جائے جو اقبال پارک میں پیش کی گئی تھی۔ اگر آپ اُس قرارداد کو پڑھیں تو پتہ چلتا ہے کہ اُس قرارداد میں لفظ پاکستان کی بجائے مسلم ریاستوں کا لفظ استعمال ہوا تھا یعنی ان مسلم ریاستوں کے تمام معاملات علیحدگی پر مبنی ہوں گے۔ لہٰذا شیخ مجیب الرحمٰن کا پہلا لفظ ہی علیحدگی اور دوری کا منظر نامہ پیش کرتا ہے، کیونکہ جس قرارداد میں پاکستان کا نام ہی استعمال نہ ہوا ہو ہم اُسے پاکستان کے آئین کی بنیاد کیسے بنا سکتے ہیں۔ دوسرا نکتہ یہ تھا کہ وفاق کے پاس صرف دفاع اور خارجہ امور کے محکمے ہوں باقی معاملات وفاقی اکائیوں کے سپرد کیے جائیں۔ اگرچہ بعض ریاستوں میں ایسے معاملات بھی پائے جاتے ہیں، لیکن میرے نقطہ نظر کے مطابق پاکستان کے مزاج کے مطابق یہ لفظ بھی قابل قبول نہیں تھا۔ تیسرا نکتہ یہ تھا کہ مالیاتی پالیسی میں مشرقی پاکستان کی کرنسی مغربی پاکستان سے بالکل علیحدہ ہوگی۔ اگر کرنسی ہی کو علیحدہ کر دیا جائے تو پھر ایک ملک میں یکسانیت کے لحاظ سے کسی بھی طرح کی مماثلت باقی نہیں رہ سکتی۔ چوتھا نکتہ یہ تھا کہ مرکز نہ تو ٹیکس لگا سکتا ہے اور نہ ہی کسی طرح سے عوام سے آمدن اکٹھی کر سکتا ہے۔ یعنی یہ صوبائی خودمختاری سے بھی آگے کی بات تھی۔ شیخ مجیب الرحمٰن کا پانچواں نکتہ یہ تھا کہ تجارتی حسابات بھی علیحدہ علیحدہ کیے جائیں۔ چھٹا نکتہ یہ تھا کہ صوبے کو یہ حق حاصل ہوگا کہ وہ نیم فوجی دستے رکھ سکے۔ یہ چھ نکات بہت خطرناک تھے۔ آج مجھے بھٹو کے وہ الفاظ یاد آ رہے ہیں جس میں اُنھوں نے کہا تھا کہ مجھے شیخ مجیب الرحمٰن کے پونے چھ نکات قبول ہیں۔ نہ جانے انھوں نے یہ بات کیسے کہہ دی۔ شاید نا قابل قبول حصہ وہ تھا جس میں شیخ مجیب الرحمٰن نے بھٹو کو اقتدار میں حصہ دینے سے انکار کر دیا تھا۔ بہرحال یہ بات میرے لیے نا قابل فہم ہے کہ پیپلز پارٹی کے سربراہ کو وہ پونے چھ نکات کیسے قابل قبول ہو گئے تھے۔ اب ہم اختر مینگل صاحب کے چھ نکات کی بات کرتے ہیں۔ جس کا پہلا نکتہ یہ ہے کہ ہر قسم کا فوجی آپریشن فی الفور بند کیا جائے۔ یہ بات ایک لحاظ سے بالکل صحیح ہے۔ اس لئے کہ ہماری ملکی تاریخ میں ہر فوجی آپریشن کا نتیجہ منفی ہی نکلا ہے۔ عارضی طور پر خاموشی طاری ہو جاتی ہے مگر بعد میں یہ خاموشی طوفان کا پیش خیمہ ثابت ہوتی ہے۔ دوسرا نکتہ یہ ہے کہ لاپتہ افراد کو فوراً بازیاب کروایا جائے۔ ظاہر ہے کہ ایک ریاست میں افراد کا لاپتہ ہونے کا کوئی جواز نہیں ہے۔ دنیا کی ہر ریاست کا یہ قانون ہے کہ اگر کوئی شہری کوئی سنگین جرم کرے اور نا قابل معافی ہو تو پولیس اُسے گرفتار کر کے عدالت کے سامنے پیش کرتی ہے۔ پھر عدالت اُس مقدمے کی نوعیت کے حساب سے اُس شخص کے بارے میں فیصلہ کرتی ہے کہ آیا اس شخص کا جرم قابل گرفت ہے یا نہیں۔ لیکن ہمارے ہاں معاملہ یہ ہے کہ دن دہاڑے لوگوں کو اُٹھا کر نا معلوم مقام پر منتقل کر دیا جاتا ہے۔ جس کے بعد لاپتہ شخص کا کچھ پتہ نہیں چلتا کہ آیا وہ زندہ بھی ہے یا نہیں۔ اختر مینگل صاحب کا تیسرا نکتہ یہ ہے کہ مسخ شدہ لاشوں کے ذمہ داران کو کیفر کردار تک پہنچایا جائے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ ایک کڑوی گولی کی طرح ہے۔ یہ ذرا مشکل کام ہے۔ اس لئے کہ ان مسخ شدہ لاشوں کا الزام صد فیصد پاکستانی فوج اور سیکیورٹی ایجنسیوں پر عائد نہیں کیا جا سکتا کیونکہ بلوچستان میں پاکستان مخالف تنظیمیں بھی کام کر رہی ہیں، جن کا مقصد ہی فوج اور عوام میں دوری پیدا کرنا ہے۔ عین ممکن ہے کہ را، موساد، سی آئی اے اور بلیک واٹر جیسی تنظیمیں ایسا کام کرتی ہوں یا یہ بھی ممکن ہے کہ فوج اور F.C.R ایسا کام کرتی ہوں اور لاشوں کو مسخ کر کے پھینک دیتی ہوں۔ بہرحال ان مسخ شدہ لاشوں کے حوالے سے ذمہ داران کو سزا دینا میرے نزدیک نہایت مشکل کام ہے۔ چوتھا نکتہ یہ ہے کہ اکبر بگٹی کے قاتلوں کو گرفتار کیا جائے۔ ان کا یہ مطالبہ بالکل درست ہے، کیونکہ مشرف حکومت کا یہ کہنا تھا کہ اگر ہم نے اکبر بگٹی کو قتل کرنا ہوتا تو پھر ہم اپنے 5 فوجی افسران کو کیوں شہید کرواتے۔ یعنی اکبر بگٹی کو قتل نہیں کیا گیا ہے بلکہ اُس نے خودکشی کی ہے۔ اب یہ ہم نہیں جانتے کہ اصل معاملہ کیا ہے۔ یہ عدالت کا کام ہے کہ وہ اکبر بگٹی کیس کے بارے میں مکمل چھان بین کروائے اور حقائق عوام کے سامنے لائے، اور اس جرم میں خواہ بڑے بڑے فوجی افسران ہی ملوث کیوں نہ ہوں اُنھیں عدالت کے سامنے پیش کیا جانا چاہیے۔ اس بات کا مطالبہ ہم بھی خلافت فورم کے ذریعے عدالت عظمیٰ سے کرتے ہیں کہ اکبر بگٹی کے قاتلوں کو جلد از جلد گرفتار کر کے کیفر کردار تک پہنچایا جائے۔ پانچواں نکتہ اُن کا یہ ہے کہ اکبر بگٹی آپریشن میں یا اسی طرح کے سابقہ فوجی آپریشنوں میں جو لوگ مہاجر ہوئے ہیں، اُن کی دوبارہ آبادکاری کا عمل شروع کیا جائے۔ اس مطالبہ میں بھی وہ حق بجانب ہیں۔ جو شہری اپنے ہی ملک میں مہاجر بن جائے حکومت کا یہ فرض ہے کہ اُسے دوبارہ سے آباد کرے۔ اسی طرح ان کا چھٹا نکتہ بھی بالکل صحیح ہے کہ بلوچستان میں بھی سیاسی جماعتوں کو باقی صوبوں کی سیاسی جماعتوں کی مانند آزادی سے کام کرنے کا موقع فراہم کیا جائے۔ اس سے یہ سوال جنم لیتا ہے کہ کیا موجودہ حالات میں وہاں کی سیاسی جماعتوں کو آزادی سے کام کرنے کی اجازت نہیں ہے؟ یہ الگ بات ہے کہ شاید سیاسی جماعتیں بلوچستان کی بگڑی ہوئی صورتِ حال کے تناظر میں اپنے طور پر خوف زدہ ہوں۔ لیکن ہم نے یہ بھی دیکھا ہے کہ عمران خان نے بلوچستان میں ایک کامیاب جلسہ کیا ہے۔ اسی طرح دوسری سیاسی جماعتوں کو بھی چاہیے کہ وہ میدان میں آئیں۔

سوال: آپ کے خیال میں اختر مینگل کی خودساختہ جلاوطنی سے واپسی کیا کسی مفاہمت کا نتیجہ ہے یا ان کے سابقہ موقف سے مایوسی ہے؟

ایوب بیگ مرزا : یہ ایک اہم سوال ہے۔ جتنے بھی قوم پرست لیڈر ہیں جن میں مینگل، مری، براہمداغ بگٹی وغیرہ شامل ہیں۔ اکبر بگٹی کے قتل کے بعد علانیہ صوبائی خود مختاری کے اعلان کو واپس لے چکے تھے اور آزاد بلوچستان کے قیام کا مطالبہ کر رہے تھے اور ریاست پاکستان سے علیحدگی چاہتے تھے۔ حیران کن بات یہ ہے کہ مری اور مینگل وغیرہ کے اکبر بگٹی کے ساتھ تعلقات اگرچہ اچھے نہیں تھے لیکن اکبر بگٹی کے قتل کو بنیاد بنا کر یہ لوگ نہ صرف متحد ہو گئے بلکہ یک زبان ہو کر اُنھوں نے آزاد بلوچستان کا نعرہ لگا دیا۔ اگرچہ اکبر بگٹی بلوچستان کی علیحدگی کے حامی نہیں تھے، لیکن جہاں فوجی آپریشنوں کے ذریعہ لوگوں کو بے دریغ قتل کیا گیا ہو، انھیں در بدر کر دیا گیا ہو، وہاں اس طرح کے اقدامات سے عوام الناس میں حب الوطنی کا جذبہ مفقود ہو جاتا ہے۔ لہٰذا اُسی اکبر بگٹی کا پوتا برہمداغ بگٹی اب سب سے زیادہ بلوچستان کی آزادی کا حامی ہے۔ ان سب میں اختر مینگل کے والد عطاء اللہ مینگل جو بھٹو کے دور میں بلوچستان کے وزیر اعلیٰ رہ چکے ہیں، کی طرف سے سب سے پہلے یہ بات آئی تھی کہ بلوچ لبریشن آرمی (B.L.A) اگرچہ ایک عظیم کام کر رہی ہے، لیکن اس کو دو باتیں بھی اچھی طرح سوچ لینی چاہئیں۔ ایک یہ کہ کیا بلوچستان کو اسلحے کے زور پر علیحدہ کرنا ممکن ہے اور دوسرے یہ کہ اگر کوئی بیرونی قوت یہاں قابض ہو جائے تو کہیں وہ پاکستان سے زیادہ ظالم اور تشدد پسند ثابت نہ ہو۔ کہیں ہم چھوٹے ظالم کے مقابلہ میں بڑے ظالم کے ہتھے نہ چڑھ جائیں۔ یہ جملہ میڈیا پر سامنے آیا اور اختر مینگل کی واپسی کا سبب بن گیا۔ میرے نزدیک اختر مینگل سے برہمداغ بگٹی اور مری وغیرہ کی جانب سے رابطہ کیا گیا ہے کہ وہ حکومتی ارکان اور اپوزیشن سے اگر ان نکات کے حوالے سے بات کریں تو وہ مکمل آزادی کا راستہ چھوڑ دیں گے۔ اسی طرح اختر مینگل کے اسلام آباد آنے اور سپریم کورٹ میں پیش ہونے کو سپریم کورٹ نے بھی بہت زیادہ اہمیت دی ہے۔ اُنھیں بظاہر یہی محسوس ہوتا ہے کہ بنگلہ دیش کا معاملہ بلوچستان سے قطعی مختلف تھا۔ کیونکہ جغرافیائی لحاظ سے بنگلہ دیش پاکستان سے دور تھا۔ پھر یہ کہ مشرقی پاکستان یا بنگلہ دیش کی سرحدیں بھارت سے ملحق تھیں، جبکہ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ بلوچستان کے معاملے میں یہ دونوں باتیں نہیں ہیں۔ اب بھارت بلوچستان میں جو تخریبی کارروائیاں کر رہا ہے وہ افغانستان کے راستے سے کر رہا ہے۔ لہٰذا مجھے یہ محسوس ہوتا ہے کہ انھیں اپنی جدوجہد کے حوالے سے مایوسی ہوئی ہے۔

سوال : کیا یہ خبر درست ہے کہ اختر مینگل کے بھائی اسد اللہ مینگل کو بھٹو دور میں اغوا کر کے قتل کر دیا گیا تھا اور آج تک اس کی قبر کا نام و نشان نہیں ملا؟

ایوب بیگ مرزا : جہاں تک اسد اللہ مینگل کا تعلق ہے تو میرے نزدیک ان لوگوں کے ساتھ انتہائی ظلم ہوا ہے، کیونکہ اُسے قتل کرنے کے بعد نہ صرف نامعلوم جگہ دفن کر دیا گیا بلکہ اس کے گھر والوں تک اُس کی قبر کے بارے میں لاعلم رکھا گیا، کیونکہ اسد اللہ مینگل کو سندھ میں قتل کیا گیا تھا لہٰذا اس کی قبر سندھ ہی میں کہیں ہوگی۔ اگر آپ نے اُسے مارنا ہی تھا تو اس کی لاش اُس کے خاندان کے سپرد کر دینی چاہیے تھی۔ اب یہاں اختر مینگل سے بھی ایک سوال پوچھا جا سکتا ہے کہ آپ اپنے بھائی کے قتل کے بعد ایک عرصہ تک بلوچستان کے وزیر اعلیٰ رہے۔ آپ نے یہ مسئلہ اُس وقت کیوں نہیں اُٹھایا۔ اس سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ ہمارے ان بلوچ سرداروں کو جب اقتدار اور مراعات مل جاتی ہیں تو پھر یہ اپنے ذاتی اور خاندانی مسائل بھی بھول جاتے ہیں۔

سوال : ایم کیو ایم کے قائد الطاف حسین نے کہا ہے کہ اختر مینگل سکرپٹ کے مطابق ملاقاتیں کر رہے ہیں۔ اُنھوں نے یہ بیان اختر مینگل کی طرف سے ایم کیو ایم کے وفد کو ملاقات سے انکار کرنے پر دیا ہے یا واقعتاً اختر مینگل کی ملاقاتیں کسی سکرپٹ کا حصہ تھیں؟

ایوب بیگ مرزا : الطاف حسین نے یہ بیان واقعتاً اختر مینگل کی جانب سے ایم کیو ایم کے وفد سے ملاقات نہ کرنے کے بعد دیا ہے، لیکن الطاف حسین صاحب کی یہ بات بالکل صحیح ہے کہ وہ کسی خاص مقصد کے تحت پاکستان آئے ہیں، کیونکہ اُنھوں نے اپنی تمام ملاقاتیں حکومتی ارکان کی بجائے اپوزیشن لیڈروں سے کی ہیں۔ جب اختر مینگل بیرون ملک تھے تو ایجنسیوں نے اُن سے وہاں نہ صرف ملاقاتیں کی ہیں بلکہ انھیں تھوڑا سا گرین سگنل بھی دیا ہے جس کے بعد وہ وطن واپس آئے ہیں لیکن افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ ایسے معاملات میں ہمارے سیاسی لیڈروں کا رویہ انتہائی مایوس کن رہا ہے۔ کیونکہ ہمارے سیاسی لیڈر اگر ایک طرف جائیں تو ایک انتہا کو پہنچ جاتے اور اگر دوسری طرف جائیں تو دوسری انتہا پر چلے جاتے ہیں۔ مثال کے طور پر ہمارے ایک مقبول لیڈر جن کا میں نام نہیں لینا چاہتا اُنھوں نے بذاتِ خود اسٹیبلشمنٹ کی گود میں جنم لیا ہے۔ ایک وقت وہ تھا جب وہ اپنا ہر کام اسٹیبلشمنٹ کی مرضی کے مطابق کرتے تھے۔ اب یہ وقت ہے کہ وہ کہتے پھرتے ہیں کہ تمام برائیوں کی جڑ ہی اسٹیبلشمنٹ ہے۔ لہٰذا ہمارے ملک میں سیاستدانوں کا معاملہ ہمیشہ سے انتہا پسندی کا رہا ہے۔ کبھی یہ اُس لیڈر کو غدار کہہ رہے ہوتے ہیں، جو ذرا سی اپنے صوبے کی خود مختاری بات کر دیتا ہے اور آج یہ اختر مینگل جیسے لیڈر کو جو آزاد بلوچستان کی باتیں کر رہا ہے عظیم محبّ وطن لیڈر قرار دے رہے ہیں۔ اسٹیبلشمنٹ میں پہلے بھی بہت سی غلطیاں اور خامیاں تھیں جو ہمیں دہرانی نہیں چاہئیں لیکن اگر آج اسٹیبلشمنٹ پسپا ہو کر پیچھے ہٹ رہی ہے تو ہمیں اپنی کوتائیوں کا سارا ملبہ اُن ہی پر نہیں ڈال دینا چاہیے۔ ماضی میں ہماری اسٹیبلشمنٹ کے پاس اختیارات اور قوت تھی، جس کی وجہ سے اسٹیبلشمنٹ آؤٹ آف کنٹرول ہو گئی تھی۔ اب جبکہ اسٹیبلشمنٹ پسپا ہو رہی ہے تو اُس پر اتنے الزامات نہیں لگا دینے چاہئیں کہ وہ ردعمل میں پسپائی روک دیں۔

سوال : طلاق بگٹی کا کہنا ہے کہ اختر مینگل نے ہمارے چھ نکات خود سے منسوب کر کے پیش کیے ہیں؟ بیگ صاحب لیڈروں کی بیان بازی تو ایک طرف آپ یہ بتائیں کہ سالہا سال سے بیرون ملک مقیم یہ بلوچ سردار بلوچی عوام کے ہمدرد اور نمائندہ لیڈرز کیسے کہلا سکتے ہیں؟

ایوب بیگ مرزا : دیکھیے، طلال بگٹی کو میں کیا، اُس کا باپ بھی ذرا اہمیت نہیں دیتا تھا۔ اکبر گٹی نے بیٹے کے ہوتے ہوئے اپنے پوتے کو اپنا جانشین بنالیا تھا۔ طلال انتہائی غیر سنجیدہ انسان ہے، لہٰذا اس کا یہ کہنا کہ یہ چھ نکات ہمارے تھے اس کی کوئی اہمیت نہیں۔ بلوچ سرداروں سے ذرا یہ پوچھا جائے کہ اکبر بگٹی، عطاء اللہ اور اختر مینگل بلوچستان کے وزیر اعلیٰ رہے، انھوں نے اپنے دورِ حکومت میں بلوچ عوام کے لیے کیا خدمت انجام دیں۔ اپنے ادوار میں ہی نہیں بلکہ دوسرے لوگوں کی حکومتوں کے دوران بھی یہ لوگ بلوچستان کی ترقی کے راستے میں رکاوٹ بنے رہے۔ یہ لوگ نہ سڑکیں بننے دیتے تھے، نہ اسکول کھلنے دیتے تھے۔ اسی طرح اِن سرداروں نے اپنی ذاتی جیلیں بنائی ہوئی تھیں۔ مجھے یاد ہے جب ضیاء الحق مرحوم نے بلوچستان میں کاشت کاری کے لئے ٹیوب ویلوں کا جال بچھایا تو راتوں رات وہ ٹیوب ویل غائب کر دیئے جاتے تھے۔ صرف اس لیے کہ کہیں عام کسان اور ہاری کو فائدہ نہ پہنچ پائے۔ اسی طرح یہ لوگ نہیں چاہتے کہ وہاں کے عوام تعلیم یافتہ ہوں اور مالی لحاظ سے وہ اپنی طرزِ زندگی بہتر بنا سکیں۔ تاریخ گواہ ہے کہ جب کوئی دوسری حکومت آتی تھی تو یہ سردار بلوچ عوام کے مسائل لے کر اکٹھے ہو جاتے تھے،

لیکن وہ حکومت جیسے ہی اِن کے مالی اور ذاتی مفادات پورے کر دیتی تھی تو اِن کے مطالبات ختم ہو جاتے تھے۔ شروع سے ہی ان کا یہ طریقہ کار رہا ہے۔ پس یہ کہا جا سکتا ہے کہ بلوچوں پر جہاں فوج نے مظالم اور زیادتیاں کی ہیں، وہاں خود بلوچ سرداروں نے بھی کچھ اچھا سلوک نہیں کیا۔ کیا یہ میڈیا پر آ کر بتائیں گے کہ انھوں نے اپنے دورِ حکومت میں اپنی عوام کی بھلائی کے لیے کیا کارہائے نمایاں سرانجام دیئے تھے۔

سوال : ایک رپورٹ کے مطابق 2011ء میں بلوچستان میں اسلحہ کے 41 ہزار لائسنس جاری کیے گئے۔ یہ بتائیں کہ جہاں اتنے زیادہ اسلحے کی بھرمار ہو وہاں قیامِ امن کیسے ممکن ہے؟

ایوب بیگ مرزا : آپ کی خبر درست ہوگی لیکن ایک بات آپ یاد رکھیں کہ بغاوتوں کی جنگیں کبھی اسلحے کے لائسنس حاصل کر کے نہیں لڑی جاتی ہیں۔ ایسی جنگیں بغیر لائسنس اسلحے سے لڑی جاتی ہیں۔ حکومت پاکستان جس اسلحہ کی اجازت دیتی ہے میرے نزدیک وہ بلوچستان میں بہت کم استعمال ہو رہا ہے۔ وہاں پر اس سے بہتر اور بھاری اسلحہ استعمال ہو رہا ہے۔ درحقیقت اس وقت فوج کی جنگ فراری کیمپ کے ساتھ ہے۔ فراری کیمپ وہ کیمپ ہے جسے B.L.A نے اپنی پناہ گاہ بنایا ہوا ہے۔ اور ان لوگوں کے پاس جدید ترین اسلحہ ہے۔ یہ اسلحہ افغانستان سے بلوچستان لایا جاتا ہے۔ اور اس میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہے کہ اس اسلحے کی فراہمی کے پیچھے امریکہ اور بھارت کا ہاتھ ہے۔ یہی رحمٰن ملک صاحب ہیں جو یہ بھی کہتے ہیں کہ میرے پاس بلوچستان میں بھارتی اسلحے کے ثبوت موجود ہیں، لیکن یہی لوگ بھارت کو موسٹ فیورٹ نیشن کا خطاب بھی دیتے ہیں۔

سوال : آپ کے خیال میں معدنی وسائل سے مالا مال پاکستان کے اہم ترین صوبے بلوچستان میں دیرپا امن کیسے قائم ہو سکتا ہے؟

ایوب بیگ مرزا: اگرچہ سیاسی لحاظ سے بھی بہتر یہ ہے کہ ہر کام میرٹ پر کیا جائے۔ حکومتوں کا رویہ بھی حالات کے تقاضوں کے مطابق اور انصاف پر مبنی ہونا چاہیے۔ مجھے بڑی حیرت ہوئی ہے کہ اختر مینگل نے اپنے نکات میں بلوچستان کی معدنیات اور وسائل کے حوالے سے کوئی ذکر نہیں کیا ہے۔ اُصولی طور پر اگر ان وسائل کو کام میں لایا جائے تو ان وسائل کا کثیر حصہ بلوچی عوام کی فلاح و بہبود اور ترقی پر استعمال ہو سکتا ہے۔ ہمارے ملک کا اصل مسئلہ یہ ہے کہ یہاں انصاف نہیں ہے۔ کرپشن اپنے عروج پر ہے۔ بلوچستان اسمبلی کے تمام ممبران سوائے ایک کے وزیر ہیں۔ جو اکیلا ممبر وزیر نہیں ہے اُس کی وجہ بھی سیاسی نہیں، بلکہ ذاتی دشمنی ہے۔ وگرنہ ہم شاید جمہوریت کے اس پہلو سے دنیا میں سرفہرست ہوتے کہ ایک ایسی اسمبلی بھی ہے جہاں تمام کے تمام ممبر وزیر ہیں اور اپنی خدمت خود کر رہے ہیں۔ جہاں کرپشن ہوگی، انصاف نہ ہوگا اور نہ کسی سیاسی عمل ہی کو آگے بڑھایا جائے گا وہاں پائیدار امن قائم نہیں ہو سکتا۔ میں پھر اس بات کو دوہراؤں گا کہ پاکستان ''لا الہ الا اللہ'' کی بنیاد پر بنا تھا۔ میں نے پہلے بھی عرض کیا تھا کہ بلوچستان کا رہن سہن، رسم و رواج، کھانا پینا الغرض کوئی شے بھی خیبر پختونخوا کے لوگوں یا سندھیوں اور پنجابیوں سے نہیں ملتی۔ اتنے بڑے فرق کے باوجود بلوچستان کے پاکستان کا حصہ بننے کے پیچھے ایک نظریہ تھا اور وہ نظریہ یہ تھا کہ ہم لوگ ایک دین کی بنیاد پر اکٹھے ہوئے تھے۔ جب اُس دین کو عملی لحاظ سے نافذ نہ کیا گیا تو پھر کیسے امن وامان ہو جاتا۔ ہم نے پاکستان بننے کے دو سال بعد اپنا صحیح راستہ بھی چن لیا تھا، لیکن بدقسمتی سے وہ راستہ صرف کاغذات تک محدود رہا۔ عملی طور پر کچھ نہ ہو سکا۔ بلکہ لیاقت علی خان کی شہادت کے بعد اس ٹرین نے واپسی کا سفر شروع کر دیا تھا۔ ہم میں جو مشترک چیز تھی (یعنی اسلام) اگر اس کو نافذ کر دیا جاتا تو مشرقی پاکستان کی علیحدگی کا سانحہ کبھی پیش نہ آتا۔ اب بھی یہی راستہ ہے کہ ملک میں اسلامی نظام نافذ کیا جائے، اِس سے پورے ملک میں امن قائم ہوگا کیونکہ دین اسلام امن و انصاف کا دین ہے۔ اور اگر آج بھی لوگوں کو انصاف ملے تو یقیناً معاشرے میں امن قائم ہو جائے گا۔ لہٰذا اگر امن قائم کرنا چاہتے ہیں تو نظریۂ پاکستان کی عملی تعبیر سامنے لانا ہوگی۔

(مرتب: وسیم احمد/محمد بدر الرحمٰن)

قارئین اس پروگرام کی ویڈیو تنظیم اسلامی کی آفیشل ویب سائیٹ www.tanzeem.org پر خلافت فورم کے عنوان سے دیکھی جا سکتی ہے۔ پروگرام کے بارے میں اپنی آراء اور تجاویز media@tanzeem.org پر ارسال فرمائیں۔

- قربانی ہماری معاشرتی رسم ہے یا دینی فریضہ؟
- قرآن وسنت کی روشنی میں قربانی کا فلسفہ کیا ہے؟
- عیدالاضحیٰ اور قربانی میں باہم چولی دامن کا ساتھ کیوں ہے؟
- حج کے موقع پر منیٰ میں کی جانے والی قربانی اور اس موقع پر پوری دنیا میں کی جانے والی قربانی میں کیا ربط وتعلق ہے؟

ان سوالات کی وضاحت کے لیے مطالعہ کیجئے:

عیدالاضحیٰ اور فلسفۂ قربانی

اور

حج اور عیدالاضحیٰ اور اُن کی اصل روح
قرآن حکیم کے آئینے میں

بانیٔ تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ

کی ایک تقریر اور ایک تحریر پر مشتمل مختصر مگر جامع کتابچہ

قیمت اشاعت خاص: 35 روپے، اشاعت عام: 20 روپے (علاوہ ڈاک خرچ)

مکتبہ خدام القرآن لاہور 36۔کے ماڈل ٹاؤن، لاہور فون 03-35869501
maktaba@tanzeem.org

جنرل اسمبلی سے اوباما کا خطاب

حقائق کے آئینے میں (II)

محبوب الحق عاجز

امریکہ کی بے عزتی!

امریکی صدر نے جنرل اسمبلی میں اپنی تقریر کے دوران بجا طور پر یہ کہا کہ یہ گستاخانہ فلم امریکہ کی بھی بے عزتی ہے۔ اس سے لاکھوں امریکی مسلمانوں کی بھی دل آزاری ہوئی ہے۔ ہم اُن سے یہ پوچھنا چاہتے ہیں کہ امریکہ نے عزت کا راستہ کب اختیار کیا ہے، اور دل آزاری کا کون سا موقع گنوایا ہے۔ اپنی استعماری پالیسیوں، احساس برتری اور نا منصفانہ رویوں کے سبب آج وہ دنیا بھر میں نفرت کی علامت بنا ہوا ہے۔ وہ ایک محدود شر پسند صہیونی اقلیت کے ہاتھوں میں کھیلتے ہوئے جس طرح اسلام اور اسلامی تہذیب پر حملہ آور ہے، کیا اُس سے دنیا کے ڈیڑھ ارب سے زائد مسلمانوں اور دنیا بھر کے منصف مزاج انسانوں کے دل و دماغ میں اس کے لئے عزت و احترام کے جذبات پیدا ہو رہے ہیں؟ کیا اس رویہ سے دنیا کے دل جیتے جا سکتے ہیں؟

مسلمانوں کو عیسائیوں سے کون لڑا رہا ہے؟

امریکی صدر کا یہ تجزیہ بہت خوب ہے کہ مسلمانوں کو عیسائیوں، یہودیوں اور ہندوؤں سے لڑانے کی سیاست دنیا کو آزادی نہیں دلا سکتی۔ مگر کیا وہ اِس بات کا جواب دیں گے کہ وہ اقلیت جو دنیا کو آگ کے شعلوں میں جھونکنے کی پلاننگ امریکہ کے ذریعے آگے بڑھا رہی ہے، اُس کو روکنے اور اس کے آگے بند باندھنے کے لئے انہوں نے کیا کیا ہے۔ ان کے پیش رو صدر بش نے نائن الیون کی تیار کردہ صہیونی سازش کے تحت امارت اسلامی افغانستان پر حملہ کیا، محض اس جھوٹے الزام کی بنیاد پر کہ یہ سازش اسامہ بن لادن نے تیار کی تھی۔ اوباما تبدیلی کے نعرے کے تحت برسر اقتدار آئے تھے۔ انہوں نے اسلام کے خلاف شروع کی گئی اس صلیبی (درحقیقت صہیونی) جنگ کی پالیسی تبدیل کیوں نہ کی۔

دہشت گردی کے خلاف جنگ کی حقیقت؟

کون باشعور شخص نہیں جانتا کہ نام نہاد دہشت گردی کے خلاف جنگ کے عنوان سے لڑی جانے والی یہ جنگ سراسر اسلام کے خلاف جنگ ہے، جس کا اظہار اُس وقت کے امریکی صدر بش نے crusade (صلیبی جنگ) کا لفظ استعمال کر کے کر دیا تھا۔ امریکہ کی قیادت میں عالم کفر کے متحدہ لشکر کی یہ یلغار تیسری عالمی جنگ کا نقطہ آغاز تھی، اور افغانستان کو اصل ہدف اس لئے بنایا گیا تھا کہ یہاں سے خلافت اور اسلامی جہادی تحریک (جنرل مرزا اسلم بیگ کے الفاظ میں اسلام کی مزاحمتی قوت) کا احیاء ہو رہا تھا، جو مستقبل میں امریکہ کے سرپرستوں کے لئے خطرہ بننے والی تھی۔ چنانچہ اسی بات کا اظہار صہیونی اور صہیونی مسیحی کر رہے تھے۔ بہت عرصہ پہلے یہودی ربیوں اور عیسائی پادریوں نے امریکہ کی انتظامیہ کو یہ یقین دلایا تھا کہ ہمیں اصل خطرہ خراسان سے ہے۔ اپنے دعوے کے ثبوت میں حیران کن طور پر انہوں نے یہ دلیل پیش کی تھی کہ مسلمانوں کے پیغمبر نے 1400 سال پہلے یہ بات فرمائی تھی کہ جب تم خراسان کی جانب سے سیاہ جھنڈے آتے ہوئے دیکھو تو ان میں شامل ہو جاؤ کیونکہ اس میں خلیفۃ اللہ امام مہدی ہوں گے۔ اور یہ (بھی فرمایا تھا) کہ خراسان سے سیاہ جھنڈے نکلیں گے۔ انہیں کوئی نہیں روک سکے گا یہاں تک کہ بیت المقدس میں نصب ہوں گے۔ یہودی ربیوں کے مطابق سیاہ جھنڈے والا یہ لشکر طالبان ہیں ان کا خاتمہ کرنا بہت ضروری ہے۔ امریکی صدر سینئر بش کے دوست مائیک ریونس نے بھی یہی بات کہی تھی۔ بقول اُس کے ''امریکہ کی بقا کے لئے اسرائیل کا ہونا ضروری ہے اور خود اسرائیل کی بقا کو دنیا بھر میں اگر کہیں سے چیلنج کا سامنا ہو سکتا ہے تو وہ ''خراساں'' کے مسلمان ہیں۔'' تھامس فرائیڈ مین نے تو بڑی وضاحت سے کہا تھا کہ یہ جنگ انسداد دہشت گردی کے لیے نہیں، اسلامی نظریے کے خاتمہ کے لیے ہے۔ اس نے لکھا تھا: ''اگر نائن الیون کا سانحہ فی الواقع تیسری عالمی جنگ کا آغاز تھا تو ہمیں سمجھنا چاہیے کہ یہ جنگ کس کے لیے ہے؟ ہم دہشت گردی کو ختم کرنے کے لیے نہیں لڑ رہے۔ دہشت گردی تو محض ایک ذریعہ ہے۔ ہم ایک نظریے کو شکست دینے کے لیے برسرپیکار ہیں۔ دوسری عالمی جنگ اور سرد جنگ سیکولر مطلق العنانیت، نازی ازم اور کمیونزم کی شکست وریخت کے لیے لڑی گئی تھی۔ اب تیسری عالمی جنگ مذہبی مطلق العنانیت کے خلاف لڑی جا رہی ہے۔ یہ دنیا کے بارے میں ایک ایسا نظریہ ہے جو کہتا ہے کہ صرف میرے ہی دین کو سب پر بالادستی حاصل ہونی چاہیے۔ اور ایسا اُسی صورت میں ہو سکتا ہے جب دنیا کے دیگر تمام مذاہب کے بطلان کا اعلان ہو جائے۔ یہی بن لادن ازم ہے۔ لیکن نازی ازم کے برعکس مذہبی مطلق العنانیت کے خلاف جنگ صرف فوجیں ہی نہیں لڑ سکتیں۔ یہ جنگ سکولوں، مسجدوں، گرجوں اور صومعوں میں لڑی جائے گی۔ اور اس نظریے کو شکست دینے کے لئے اماموں، پادریوں اور یہودی سکالروں سے بھی مدد لینی پڑے گی۔'' (بحوالہ نیویارک ٹائمز 27 نومبر 2001ء) اوباما نے اپنے دور اقتدار میں اسلام اور مسلمانوں کے خلاف اس کھلی ناانصافی کی جنگ سے امریکہ کو کیوں نہ نکالا۔ عسکری محاذ پر لڑی جانے والی اِس جنگ کو میڈیا کی بھرپور معاونت حاصل رہی۔ کنٹرولڈ مغربی میڈیا نے گوئبلز کے فلسفے کی پیروی کرتے ہوئے جس طرح اصل حقائق کو دنیا کے سامنے آنے سے روکے رکھا، یہ جھوٹ، دھاندلی اور بے ایمانی کی بدترین مثال ہے۔ اب یہی میڈیا اس جنگ کو اپنے ہاں زیادہ شدت کے ساتھ آگے بڑھا رہا ہے۔ توہین رسالت پر مبنی کارٹونوں کی اشاعت کے بعد گستاخانہ فلم "The Innocence of Muslims" نے شیطنت اور ابلیسیت کی تمام حدیں پار کر لی ہیں۔ اوباما کی عین ناک تلے یہ سب کچھ ہو رہا ہے۔ وہ دیکھ رہے ہیں کہ عیسائیت اور اسلام کو لڑانے والے ''سیاست کار'' اپنے مذموم مقاصد، اپنی عالمی بالادستی، گریٹر اسرائیل کے قیام کے ایجنڈے اور مسجد اقصیٰ کو شہید کر کے تھرڈ ٹمپل بنانے کے منصوبے کے تحت یہ سب کچھ کر رہے ہیں، مگر وہ ان کا راستہ روکنے کی بجائے اُن سے پوری طرح مفاہمت

اختیار کیے ہوئے ہیں۔ وجہ صاف ظاہر ہے کہ امریکی سیاست کی تشکیل اور پالیسی سازی کے پس پردہ مسیحی صہیونی عناصر اور تحریکوں کا بنیادی کردار ہے، جن کا عقیدہ ہے کہ ''یہودی اللہ کے چنے ہوئے لوگ ہیں'' لہٰذا وہ سمجھتے ہیں کہ اُن کی مدد کرنا محض ایک سیاسی عمل نہیں بلکہ ایک مذہبی فرض ہے۔

تہذیبی تصادم کے شعلے اور عالمی راہزن

تہذیبی تصادم کے شعلوں کو ہوا دینے کے لیے ''عالمی راہزن'' اور ان کے صلیبی گماشتے گستاخانہ فلم پر اپنی حکومت کی خاموشی (بلکہ حمایت) سے شہ پا کر اب پوری مغربی دنیا میں نہایت جارحانہ انداز سے اسلام مخالف مہم شروع کر چکے ہیں۔ میڈیا ان کی پشت پر ہے۔ امریکی و مغربی میڈیا کا ایک سرسری جائزہ بتاتا ہے کہ ایک منظم اور مربوط انداز میں ان تمام اسلام مخالف اور گستاخ رسول افراد کو مغربی میڈیا کے ذریعے سامنے لایا جا رہا ہے جو حال و ماضی میں گستاخانہ حرکات کے مرتکب ہوئے ہیں۔ شاتمین اسلام امریکی پادری ٹیری جونز' ڈچ رکن پارلیمان گیرٹ ویلڈرز' پامیلا گیلر' ویسٹر گارٹ اور سلمان رشدی سے رابطے کر کے ان کے انٹرویو شائع کیے جا رہے ہیں۔ نیویارک کے اسٹیشنوں اور شہر بھر کی ٹیکسیوں پر اسلام اور جہاد مخالف اشتہار لگائے گئے ہیں اور یہ سلسلہ روز بروز دراز ہوتا جا رہا ہے۔ امریکہ کی مختلف ریاستوں میں اسلام اور جہاد مخالف مہم میں امریکی یہودیوں کی تنظیم جیوش کانگریس اور دوسری انتہا پسند تنظیمیں پیش پیش ہیں۔ نیویارک کی عدالت نے بھی ایسے اشتہارات ہٹانے کی درخواست رد کر دی ہے۔ اوباما کہتے ہیں کہ ہم تحمل' برداشت اور مفاہمت کے رویوں کے حامی ہیں اور مذہبی تحفظ پر یقین رکھتے ہیں، مگر ان کا طرزِ عمل تو ان کے کہے کی نفی کرتا ہے۔ کیا ان کے تحمل' برداشت اور مذہبی تحفظ کے دائرے میں اسلام اور پیروانِ اسلام نہیں آتے؟ یہ کیسا تحمل اور برداشت ہے کہ اوباما کے خطاب کے دوسرے دن جنرل اسمبلی میں ایران کے صدر احمدی نژاد کا خطاب ہوا تو ان کی تقریر کا امریکہ، برطانیہ اور کینیڈا نے یہ کہہ کر بائیکاٹ کیا کہ ایرانی صدر کا خطاب سننا بھی ایک جرم ہے۔ اوباما کہتے ہیں کہ مسلمانوں کے پیغمبر کی توہین کرنے والوں کی مستقبل میں کوئی جگہ نہیں۔ پھر ایسے لوگوں کو کیفر کردار تک پہنچانے کی بجائے پروموٹ کیوں کیا جا رہا ہے؟ کیا اوباما نہیں جانتے کہ دنیا کو تباہی و بربادی' جنگ و جدل اور دہشت گردی و فساد کے راستے پر کون ڈال رہا ہے؟

امریکی مزاج آشنا نہیں

امریکی صدر نے اپنی تقریر میں گستاخانہ فلم کی' جس نے دنیا بھر کے مسلمانوں کے دل مجروح کیے ہیں صرف ایک جملے میں رسمی سی مذمت کی ہے۔ باقی ان کا سارا زور اس کے خلاف پر تشدد احتجاج اور مظاہروں کی مذمت پر تھا۔ انہوں نے بار بار کہا کہ کوئی فلم پر تشدد مظاہروں کا جواز نہیں بن سکتی اور اس طرح کے مظاہرے برداشت نہیں کیے جائیں گے۔ نام لیے بغیر انہوں نے مسلمان ملکوں کو دھمکی دی کہ صرف سفارت خانوں کے گرد پہرہ سخت کر دینا مسئلے کا حل نہیں بلکہ انتہا پسندی اور عدم برداشت کا مکمل استیصال اور ''غیر ضروری'' مظاہروں کی حوصلہ شکنی ضروری ہے۔ امریکی ادیب ایڈورڈ بال ہمیشہ امریکی سفارتی حکام سے اس حوالے سے شاکی رہے کہ وہ دنیا کی دیگر قوموں کے مزاج آشنا نہیں بن سکے۔ یہ بات صدر اوباما پر بھی پورے طور پر صادق آتی ہے۔ کیا امریکی صدر یہ چاہتے ہیں کہ مسلمانوں کے ایمان پر حملے کی جسارتیں ہوں تو وہ اسے ٹھنڈے پیٹوں برداشت کر لیں اور حرف شکایت بھی زبان پر نہ لائیں۔ وہ اس کی بجائے اپنے اثر و رسوخ کو بروئے کار لاتے ہوئے روسی صدر پیوٹن کی طرح اس انتہا پسندانہ سوچ اور ایسی ابلیسی جسارتوں کو روکنے والے قانون کیوں نہیں بناتے' جو مظلوم اور پسے ہوئے مسلمانوں کو اشتعال دلاتی اور ردعمل پر مجبور کرتی ہیں۔

> سابق امریکی صدر سینئر بش کے دوست مائیک ریونس نے کہا تھا: ''امریکہ کی بقا کے لئے اسرائیل کا ہونا ضروری ہے اور خود اسرائیل کی بقا کو دنیا بھر میں اگر کہیں سے چیلنج کا سامنا ہو سکتا ہے تو وہ ''خراسان'' کے مسلمان ہیں۔''

امریکی صدر مردان کے ایک چرچ پر ہونے والے حملے پر تو چراغ پا ہیں جو ممکنہ طور پر غصہ سے بھرے مخلص مسلمانوں یا پھر امریکی ایجنٹوں کی کارروائی ہو سکتی ہے اور پھر تمام ممالک کو دعوت دیتے ہیں کہ ''انتہا پسندی'' کے خلاف اُٹھ کھڑے ہوں۔ مگر انہیں امریکہ و یورپ میں اسلام کی بے حرمتی' مذہبی حقوق کی پامالی' اسلامی شعائر کی بے حرمتی' حجاب پر پابندی' میناروں کی تعمیر کی مخالفت' جہاد کے خلاف مہم' اسلام کے نظام زندگی اور اس کی درخشاں تہذیب کے خلاف ریاستی اقدامات اور میڈیا وار نظر نہیں آتی۔ کیا کبھی اس پر بھی ان کے جذبات بھڑکیں گے؟

پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

میں اس صورتحال پر غور کرتا ہوں تو مجھے "The Clash of Civilization" کے مصنف پروفیسر ہنٹنگٹن کے سچائی سے بھرپور یہ الفاظ یاد آ جاتے ہیں کہ ''مغرب کے لیے اصل مسئلہ اسلامی بنیاد پرستی (دہشت گردی) نہیں خود اسلام ہے۔'' لیکن معاً میرا ذہن اللہ تعالیٰ کے ان الفاظ کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے جو قرآن میں آئے ہیں:

﴿يُرِيْدُوْنَ لِيُطْفِـُٔوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ۝﴾ (الصف: 8)

''پیروان باطل چاہتے ہیں کہ حق و صداقت کا جو نورِ الٰہی روشن کیا گیا ہے اسے اپنی مخالفت کی پھونک مار کر بجھا دیں' مگر وہ یاد رکھیں کہ اللہ اپنے اس نور (صداقت کی روشنی) کو درجۂ کمال تک پہنچا کر چھوڑے گا، اگرچہ کافروں (باطل پرستوں) کو بُرا لگے۔''

اور اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا ہے:

﴿فَاَمَّا الزَّبَدُ فَيَذْهَبُ جُفَآءً وَاَمَّا مَا يَنْفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِي الْاَرْضِ﴾ (الرعد: 17)

''جو جھاگ ہے وہ بے مصرف سوکھ کر زائل ہو جاتا ہے اور جو (پانی) انسانوں کے لیے نافع ہے وہ زمین میں ٹھہرا رہتا ہے۔''

جناب اوباما! اسلام سچائی ہے اور سچائی روشنی۔ روشنی تیز تر ہوتی رہے گی' اسے جبر کی قوت سے بجھایا نہیں جا سکتا کہ اس روشنی کا محافظ خود خدا ہے، محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں اور خدا و رسول ﷺ کے وفادار وہ عالمی شمشیر زن ہیں، جن کی شاندار مزاحمت اور حیران کن استقامت سے نہ صرف واشنگٹن اور دیگر نیٹو دارالحکومتوں میں کرسی ہائے اقتدار پر براجمان کٹھ پتلیوں پر لرزہ طاری ہے بلکہ اسلام کے خلاف گیم کے اصل منصوبہ ساز عالمی رہزن بھی سکتے میں ہیں۔ بلاشبہ۔

اسلام کی فطرت میں قدرت نے لچک رکھ دی
اتنا ہی یہ اُبھرے گا جتنا کہ دبا دو گے

ہم یہ بھی واضح کئے دیتے ہیں کہ۔

چلاؤ گولیاں سینے کشادہ رکھتے ہیں
کہ حق پہ مر مٹنے کا ہم ارادہ رکھتے ہیں
تمہیں غرور ہے کہ ہے زور و زر ہمارے پاس
ہمیں ہے ناز کہ ہمت زیادہ رکھتے ہیں

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ

فرقان دانش

جب نبی کریم ﷺ مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے تو اہل مدینہ نے دیدہ و دل فرشِ راہ کر دیے۔ ہر شخص آپ ﷺ کے استقبال کے لیے مدینہ سے باہر موجود تھا لیکن اس موقع پر عقبہ بن عامر رسول اقدس ﷺ کے استقبال کی سعادت حاصل نہ کر سکے۔ وہ آپ ﷺ کی تشریف آوری سے پہلے اپنی بکریاں چرانے جنگل کی طرف روانہ ہو چکے تھے۔ یثرب میں بکریاں چرانے کا کوئی انتظام نہ تھا۔

بعدازاں وہ خود رسول اقدس ﷺ کے ساتھ اپنی ملاقات کا منظر بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جب رسول اقدس ﷺ تشریف لائے، میں اس وقت دور دراز جنگل میں اپنی بکریاں چرا رہا تھا۔ جب مجھے آپ ﷺ کی آمد کا پتہ چلا تو میں اسی وقت آپ ﷺ کے دیدار کا شوق دل میں لیے شہر کی طرف چل پڑا۔ رسول اقدس ﷺ ابوایوب انصاری ؓ کے گھر جلوہ فرما تھے۔ آپ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ چہرۂ انور دیکھتے ہی دل کی دنیا بدل گئی۔

عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ آپ کی خدمت میں حاضر ہو گیا ہوں، قبول کر لیجیے۔

آپ ﷺ نے پوچھا تم کون ہو؟

عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ میں عقبہ بن عامر جہنی ہوں۔

ارشاد ہوا، بیعت کرنے کا ارادہ ہے؟

عرض کیا جی ہاں، اسی غرض سے حاضر ہوا ہوں۔

آپ ﷺ نے کمالِ شفقت کا اظہار کرتے ہوئے مجھ سے بیعت لی۔

ہم بارہ ساتھی ایسے تھے جو نئے نئے دائرہ اسلام میں داخل ہوئے تھے۔ ہم مدینہ طیبہ سے دور جنگل میں اپنی بکریاں چرایا کرتے تھے۔ ایک دن بیٹھ کر ہم نے مشورہ کیا کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں باری باری حاضری دینی چاہیے۔ اگر ہم نے ایسا نہ کیا تو ہم دینی تعلیم سے محروم رہ جائیں گے اور اس وحی الٰہی سے فیض یاب نہ ہو سکیں گے جو رسول ﷺ پر نازل ہو رہی ہے۔ چنانچہ طے ہوا کہ ہم میں سے ہر روز ایک ساتھی مدینہ طیبہ جائے۔ اس کی بکریوں کی دیکھ بھال دوسرے ساتھی کریں اور جو کچھ وہ رسول اقدس ﷺ کے فرمودات سنے، ان سے اپنے دوسرے ساتھیوں کو آگاہ کرے۔ اس طرح سب کو دینی علم حاصل کرنے کی سعادت مل سکے گی۔ عقبہ بن عامر ؓ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا تم یکے بعد دیگرے مدینے جاؤ اور جانے والا اپنی بکریاں میرے سپرد کرتا جائے۔ انھیں چرانے اور دیکھ بھال کی ذمہ داری میں بخوشی قبول کرتا ہوں۔ میری اس وقت دلی کیفیت یہ تھی کہ مجھے اپنی بکریوں سے بہت پیار تھا، میرا دل نہیں چاہتا تھا کہ اپنی بکریاں کسی کے سپرد کروں۔

میرے ساتھی یکے بعد دیگرے مدینے جانے لگے، تاکہ وہ علم نبوت سے فیض یاب ہو سکیں۔ ہر جانے والا اپنی بکریاں میرے سپرد کر جاتا۔ جب وہ واپس آتا تو جو کچھ اس نے رسول اقدس ﷺ کی زبان مبارک سے سنا ہوتا وہ اپنے دوسرے ساتھیوں کو سنا دیتا۔ میں بھی وہ قیمتی باتیں بڑے غور سے سنتا اور یہ دینی احکامات اپنے دل میں بٹھا لیتا۔ کچھ عرصہ بعد میرے دل میں خیال آیا کہ بڑے افسوس کی بات ہے۔ کیا میں اب بکریوں کی وجہ سے یہاں رکا ہوا ہوں۔ کیا میں اس دنیاوی مال و متاع کو رسول اقدس ﷺ کی محبت پر ترجیح دے رہا ہوں۔ یہ خیال آتے ہی میں نے بکریوں کو خیرباد کہا اور اصحاب صفہ کے ساتھ شامل ہو کر براہ راست رسول اقدس ﷺ سے علم حاصل کرنے لگا۔ مسجد نبوی میں قیام تھا۔ جو کچھ میسر آتا کھا لیتا اور مستقل علم حاصل کرنے کی طرف متوجہ ہوا۔

جب وہ اپنی بکریاں چھوڑ کر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف یکسو ہو کر چل دیئے تھے ان کے دل میں یہ خیال تک نہ گزرا تھا کہ وہ کسی دن اس اسلامی لشکر کے سپہ سالار بن جائیں گے اور دمشق کو فتح کرنے کا عظیم شرف حاصل ہوگا۔

حضرت عقبہ بن عامر ؓ بڑے خوش الحان قاری تھے۔ جب قرآنِ حکیم کی تلاوت کرتے تو سننے والوں پر وجد طاری ہو جاتا۔ امیر المومنین حضرت علی عمر بن خطاب ؓ بطور خاص ان سے تلاوت کی فرمائش کیا کرتے تھے۔ جب یہ تلاوت شروع کرتے تو ان کے دل پر اس قدر اثر ہوتا کہ آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے۔ حضرت عقبہ بن عامر ؓ نے علم حدیث میں بڑی مہارت حاصل کر لی تھی۔

حضرت عقبہ بن عامر ؓ بالوں کو خضاب لگایا کرتے تھے۔ اور ساتھ ہی آپ اپنی زبان مبارک سے یہ تاریخی جملہ بھی ادا کیا کرتے تھے۔ "ہم بالوں کے بالائی حصے کا رنگ بدل دیتے ہیں، لیکن بالوں کی جڑیں اس تبدیلی کا انکار کر دیتی ہیں۔" انھوں نے جنگ صفین میں حضرت امیر معاویہ ؓ کا بھرپور ساتھ دیا۔ ان کے دور حکومت میں انھیں مصر کا گورنر نامزد کیا گیا۔ سرزمین مصر میں آپؓ نے نظام حکومت بڑے احسن انداز میں چلایا۔

قبول اسلام کے بعد رسول اقدس ﷺ کے ساتھ سائے کی طرح وابستہ رہے۔ جب آپ ﷺ سفر پر روانہ ہونے کا ارادہ فرماتے تو حضرت عقبہ بن عامر ؓ آگے بڑھ کر ادب و احترام کا مظاہرہ کرتے ہوئے گھوڑے کی لگام تھام لیتے۔ کئی دفعہ رسول اقدس ﷺ نے شفقت کا اظہار کرتے ہوئے انھیں گھوڑے پر اپنے پیچھے بھی بٹھایا۔ رسول اقدس ﷺ کے باڈی گارڈ کی حیثیت سے معروف ہوئے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن میں نبی اکرم ﷺ کے ساتھ تھا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: عقبہ کیا میں تجھے دو ایسی سورتیں نہ سکھاؤں جن کی کوئی مثال نہیں ملتی۔ میں نے عرض کیا کیوں نہیں، یارسول اللہ ﷺ تو آپ ﷺ نے مجھے سورۃ الفلق اور سورۃ الناس پڑھ کر سنائیں۔ پھر نماز پڑھی تو اس میں بھی آپ ﷺ نے ان ہی دو سورتوں کی تلاوت کی اور فرمایا کہ دونوں سورتوں کو سونے سے پہلے اور بیدار ہونے کے بعد پڑھ لیا کرو۔ حضرت عقبہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے زندگی بھر ان دونوں سورتوں کی تلاوت کو اپنا معمول بنائے رکھا۔ انھیں یہ اعزاز بھی حاصل ہے کہ انھوں نے پورا قرآن حکیم اپنے ہاتھ سے لکھا اور یہ قلمی نسخہ ان کی وفات کے بعد کافی عرصہ تک مسجد عقبہ بن عامر ؓ میں محفوظ رہا لیکن یہ بھی حوادث زمانہ کی نذر ہو گیا اور امت اس قیمتی ورثہ سے محروم ہو گئی۔

حضرت عقبہ بن عامر ؓ نے جہاد میں بھی بھرپور حصہ لیا۔ غزوۂ احد اور دیگر غزوات میں بھی شریک ہوئے۔ آپؓ ان عظیم الشان بہادروں میں سے تھے جنہوں نے دمشق فتح کرتے وقت جرأت و شجاعت اور جنگی حکمت عملی کے جوہر دکھلائے۔ اسلامی لشکر کے قائد حضرت ابوعبیدہ بن جراح ؓ نے ان کے جنگی کارناموں سے متاثر ہو کر انھیں خصوصی نمائندہ بنا کر امیر المومنین سیدنا فاروق اعظم ؓ کی خدمت میں بھیجا، تاکہ دمشق فتح ہونے کی نوید ان کو سنائی جائے۔ انھوں نے دن رات مسلسل سفر کرتے ہوئے آٹھ روز میں مدینہ منورہ پہنچ کر حضرت فاروق اعظم ؓ کو دمشق فتح کرنے کی خوشخبری سنائی۔

حضرت عقبہ بن عامر ؓ کو اس عظیم اسلامی لشکر کے سپہ سالار ہونے کا اعزاز بھی حاصل ہوا جس نے مصر کو فتح کرنے کا تاریخی کارنامہ سرانجام دیا تھا۔ اس کارنامے کے صلے میں حضرت امیر معاویہ ؓ نے انھیں مصر کا گورنر نامزد کر دیا تھا۔

جہاد کے ساتھ والہانہ وابستگی کی بنا پر حضرت عقبہ بن عامر ؓ نے وہ تمام احادیث زبانی یاد کر لی تھیں جن میں جہاد کا تذکرہ تھا۔ اور جہاد کی روایات بیان کرنے میں آپؓ کو خصوصی مقام حاصل ہو گیا تھا۔ تیراندازی میں بھی بڑے ماہر تھے۔ جب کبھی کھیل کا شوق دل میں ہوتا تو تیراندازی کر کے اپنا دل بہلا لیا کرتے تھے۔ آپؓ نے امیر معاویہ بن ابی سفیان ؓ کے دور حکومت میں وفات پائی۔ مرض الموت میں مبتلا ہوئے تو اپنے بیٹوں کو پاس بلایا اور انھیں یہ وصیت کی۔

میرے بیٹو میں تمہیں تین چیزوں سے منع کرتا ہوں۔ ان سے لازماً اجتناب کرنا۔

1۔ غیر ثقہ راوی کی بیان کردہ حدیث کو قبول نہ کرنا۔

2۔ پھٹے پرانے کپڑے پہن لینا، تنگی سے گزر اوقات کر لینا لیکن کسی سے قرض نہ لینا۔

3۔ شعر گوئی میں دلچسپی نہ لینا کیونکہ اس سے تمہارے دل قرآن مجید کی تلاوت سے غافل ہو جائیں گے۔

جب آپ فوت ہو گئے تو انھیں جبل مقطم کی بالائی سطح پر دفن کیا گیا۔ ان کا چھوڑا ہوا مال دیکھا گیا تو اس میں تقریباً ستر تیر کمان تھے اور ساتھ ہی وصیت نامہ لکھا ہوا ملا کہ ''یہ تیر اللہ کی راہ میں وقف کر دیے جائیں۔''

❁❁❁

دعوت فکر

كَغُثَاءِ السَّيْلِ

''پہلے اپنے پیکرِ خاکی میں جاں پیدا کرو''

بیگم ڈاکٹر عبدالخالق

آج ڈیڑھ ارب مسلمانوں میں کوئی نور الدین زنگی، کوئی طارق بن زیاد جیسی شخصیت نہیں جو اللہ کے دین اور نبی اکرم ﷺ کی توہین کرنے والوں کو مزہ چکھائے۔ ہم سب مسلمان اسلام کے نام پر دھبہ اور اسلام کی توہین کے موجب بنے ہوئے ہیں۔ ہماری ذہنیت، ہمارے خیالات، اعمال و افعال اور کردار غیر مسلموں، کافروں اور مشرکوں کے خیالات کی عکاسی کرتے ہیں۔ امریکہ جس کے جنونی انتہا پسند قرآن جلاتے اور توہین رسالت پر مبنی فلمیں بناتے ہیں، ہم اُسی سے بھیک مانگتے ہیں، اُس کے آگے رکوع و سجود کرتے ہیں، اُس کی غلامی کرتے ہیں۔ البتہ اس بات سے اپنے آپ کو تسلی دے دیتے ہیں کہ ہم خدا ورسولؐ کے نام لیوا ہیں۔ سردار دو عالمؐ کی توہین جس طرح آج ہو رہی ہے، ویسی تو شاید زمانہ جاہلیت قدیمہ میں بھی نہیں ہوئی ہو گی۔ ہمیں نہ تو کل کے دشمنان اسلام ابوجہل و ابولہب سے کسی خیر کی توقع تھی اور نہ آج کے خنزیر کھانے والوں سے کوئی خیر کی توقع ہونی چاہیے۔ البتہ ہمیں اپنے انداز مسلمانی پر ضرور غور کرنا چاہئے، اور اس بات کا ٹھنڈے دل سے جائزہ لینا چاہیے کہ رسول خدا سے تعلق کے حوالے سے ہم ابوبکرؓ و عمر، عثمان و علی رضوان اللہ علیہم اجمعین کی ایمانی روش اپنا رہے ہیں یا پھر عبداللہ بن ابی کا منافقانہ طرز عمل، جو منافقین کا سردار اور آستین کا سانپ تھا، کہ اُس نے آپؐ کو ذاتی طور پر سب سے زیادہ ایذا دی۔ محض منہ سے کلمہ پڑھ لینا کافی نہیں بلکہ ہمیں اپنے عمل سے بھی نبیؐ کی رسالت کی گواہی دینی ہو گی۔ عبداللہ بن ابی تو اسلام میں داخل ہی اس لیے ہوا تھا کہ اسلام کی جڑیں کاٹے اور مسلمانوں کو اس سے برگشتہ کرے لیکن کیا آج ہم بھی اپنے فکر و عمل سے اسلام کی جڑیں نہیں کاٹ رہے ہیں۔ ہم میں سے ہر شخص اپنے گریبان میں جھانک کر دیکھے کہ اُسے اسلام کتنا پسند ہے؟ نبیؐ سے اُس کا تعلق کتنا مضبوط ہے، اللہ وحدہٗ لاشریک اور اس کے علی کل شیء قدیر ہونے پر اُس کا کتنا ایمان ہے۔

نبی پاک ﷺ نے اپنے اصحابؓ سے فرمایا تھا کہ ایک دور آئے گا کہ اقوام عالم تم پر ٹوٹ پڑیں گی۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! کیا ہم اس وقت بہت کم ہوں گے۔ آپؐ نے فرمایا: ''نہیں بلکہ تمہاری تعداد بہت زیادہ ہوگی، لیکن تمہاری حیثیت ایسی ہوگی جیسے سیلاب کا جھاگ، (جھاگ کی کوئی حیثیت اور کوئی طاقت نہیں ہوتی۔ اچانک لہر کے ساتھ اُٹھتی ہے اور پھر بیٹھ جاتی ہے۔ توہین رسالت کی لہر اس مرتبہ کافی تیز ہے اور زور و شور سے آئی۔ اس پر جھاگ بھی اسی شدت سے آئی، لیکن ہوگا کیا؟ یہی کہ یہ جھاگ پہلے کی طرح جلد ہی بیٹھ جائے گی اور اسلام کے خبیث دشمن توہین رسالت کی کوئی تدبیر سوچ لیں گے) اللہ تعالیٰ دشمنوں کے دلوں سے تمہارا رُعب اُٹھا دے گا اور تمہارے اندر ''وھن'' پیدا ہو جائے گا۔ ایک صحابی نے پوچھا کہ وھن کیا ہے؟ فرمایا: ''دنیا سے محبت اور موت سے نفرت۔'' (ابوداؤد)

مسلمان آج دنیا کی محبت میں گرفتار ہیں۔ اس فانی دنیا کو ہی سب کچھ سمجھنا، دنیا سنوارنے کے لئے لمبے لمبے منصوبے تیار کرنا، دنیا میں اپنی بڑائی کے لیے کوشش کرنا، اپنے تمام اعمال و افعال اور سرگرمیوں کو دنیا بنانے کے نقطہ نظر سے تشکیل اور سرانجام دینا، دنیا بنانے میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی ہر ممکن کوشش کرنا یہ سب حب دنیا ہی کے مظاہر ہیں۔ دنیا سے محبت کے نتیجے میں آدمی موت کو نہ صرف بھول جاتا اور اس سے نفرت کرتا ہے بلکہ اس سے خوف کھاتا اور اُس کا تذکرہ کرنے سے بھی گھبراتا ہے۔ یہی کراھیۃ الموت ہے۔ جس میں بدقسمتی سے ہم سب گرفتار ہیں۔ (الا ماشاء اللہ) دنیا کی محبت ہمارے رگ و پے میں سرایت کر گئی ہے۔

یہاں کی کامیابی، اعلیٰ سٹیٹس اور منصب حاصل کرنا ہر شخص کی دلی خواہش بلکہ منزل مقصود بن گئی ہے۔ حالانکہ دنیا کی چمک دمک اور کامیابی کے حصول کے لیے اپنا اور اپنے بچوں کا تن من دھن لگا دینا اور آخر کار روزِ محشر ہار جانا سخت گھاٹے کا سودا ہے۔ دنیا کی خوشحالی اور چکا چوند تو ایسے ہی ہے جیسے پانی پر جھاگ ہوتا ہے، جس کا دورانیہ بہت مختصر ہوتا ہے۔

آج ہم مسلمان شتر بے مہار کی مانند در بدر کی ٹھوکریں کھا رہے ہیں۔ ہمیں نہ تو سیدھے راستے کی تلاش ہے، نہ صحیح لائحہ عمل کی جستجو۔ بس آنکھیں بند کر کے عذاب ہلاکت کی طرف بگٹٹ بھاگے چلے جا رہے ہیں۔ عظیم المرتبت نبیؐ جو تمام نبیوں کے سردار اور محبوب رب العالمین ہیں اور جنہوں نے 23 سالہ نبویؐ زندگی میں ہمیں ہمارا مقصد حیات بتایا، گمراہوں کو سیدھا راستہ دکھایا، بھٹکے ہوئے اور جاہلوں کو نہ صرف دین کا سیدھا راستہ بتایا بلکہ دین حق کو قائم کر کے دکھایا، اُن کی تعلیمات اور مشن سے ہمیں کوئی سروکار نہیں رہا۔ رسول اللہ کے صحابہؓ آپؐ کی ذات اور آپؐ کے مشن پر اپنا تن من دھن قربان کرتے تھے۔ وہ بھی پیکر خاکی تھے اور ہم بھی پیکر خاکی ہیں، مگر انہوں نے اپنے پیکر خاکی میں اللہ اور اُس کی رسولؐ کی سچی محبت اور آپؐ کے اسوہ حسنہ کی پیروی سے جان پیدا کی تھی اور دنیا اور اس کی دولت سے دل نہ لگایا تھا۔ لہٰذا دنیا اور آخرت دونوں میں سرخرو ہو گئے۔ بعد کے زمانے میں بھی نورالدین زنگی اور طارق بن زیاد ایسے اسلام کے نامور سپوت پیدا ہوئے جنہوں نے آپؐ سے سچی محبت اور آپؐ کی پیروی کر کے اسلام کو قوت اور مسلمانوں کو طاقت دی۔ ان سب لوگوں کی زندگیاں اس بات کی شاہد ہیں کہ انہوں نے دولت کو حقیر جانا اور پُرتعیش زندگی سے دور رہے۔ دولت کی محبت اور حرام سے اپنے آپ کو بچائے رکھا۔ تھوڑے مگر حلال رزق پر اکتفا کر کے دکھایا۔ ان کے جسم، ان کی خواہشات سب کچھ عشق رسولؐ کی گواہی دیتی رہیں۔ اسی کا نتیجہ تھا کہ دنیا اور دنیا والے ان سے ڈرتے رہے، اور ان سے مرعوب رہے۔ آج ہم اپنے پیکر خاکی میں کیا بھر رہے ہیں؟ دنیا کی محبت، مال کی محبت، خود اپنے نفس کی محبت۔ اللہ اور اس کے رسولؐ کی سچی محبت ہمارے دلوں میں کہاں ہے۔ ہماری خواہشات اِسی دنیا کے حصول کے لئے ہمیں سرگرم رکھتی ہیں۔ ہم نے صرف ایک آنکھ کھول رکھی ہے، جس سے صرف دنیا نظر آتی ہے۔ ہماری دوسری آنکھ جس سے حقیقت نظر آتی ہے مکمل طور پر بند ہے۔ یہی دجالیت ہے اور دھوکہ ہے۔ بڑے بڑے نعرے لگانا آسان ہے۔ مثلاً ”ناموس رسالت پر ہماری جان بھی قربان ہے۔“ اس میں کسے شک ہو سکتا ہے کہ آپؐ کی ناموس پر جان بلکہ دنیا و مافیہا کو قربان کر دینا ایمان کا لازمی تقاضا ہے، لیکن سوال یہ ہے کہ کیا ہمارا عمل بھی اس کی گواہی دیتا ہے۔ اس پہلو سے دیکھا جائے تو صاف نظر آتا ہے کہ الفاظ و معانی اور فکر و عمل میں بڑا تفاوت ہے۔ اگر ایک بچہ بھی ماں باپ کے سامنے ان کی تعریف کرے مگر اُن کا حکم نہ مانے تو وہ بھی کہہ اٹھتے ہیں کہ کہتے تو جی جی ہو لیکن کرتے وہی ہو جو تمہاری مرضی ہوتی ہے، تم جھوٹے ہو۔ تو کیا اللہ تبارک وتعالیٰ ہمارے قول و عمل سے بے خبر ہے؟ کیا یہ حقیقت نہیں ہے کہ ہمارے اعمال رسولؐ کی نافرنی کی گواہی دے رہے ہیں۔ ہماری شادی بیاہ اور موت مرگ کی رسومات اسوۂ رسول ﷺ کے خلاف ہیں۔ ہماری معیشت سود کی آلائشوں کی بنا پر اللہ اور اُس کے رسول اللہ ﷺ سے جنگ کے مترادف ہے۔ عالم تخیل میں ذرا سوچیے کہ اگر آج ہمارے نبی ﷺ ہمارے گھر تشریف لے آئیں تو کیا آپؐ ہمیں مخلص مسلمان سمجھیں گے! یا یہ فرمائیں گے کہ تم دعویٰ ایمان میں جھوٹے ہو، تمہارے دعویٰ عشق میں کوئی صداقت نہیں کہ میری پیروی نہیں کرتے۔ منہ سے تو مجھے رسولؐ کہتے ہو، میرے طرز زندگی اور تعلیمات کو اسوۂ حسنہ مانتے ہو، مگر کرتے وہ ہو جو مغرب کرتا ہے۔ تمہاری محفلیں مخلوط ہیں۔ تم حرام کی کمائی کھاتے ہو۔ سودی معاملات کر کے اللہ اور میرے خلاف جنگ کرتے ہو۔ تمہارے گھروں میں بجائے اللہ کے شیطان کا حکم نافذ ہے، اور تم اس بات سے راضی اور خوش بھی ہو۔ یاد رکھو، روز قیامت میں تمہاری طرف اپنا چہرہ بھی نہیں کروں گا۔ اسی سے ملتے جلتے الفاظ ایک حدیث میں آئے ہیں۔

آج ضرورت اِس بات کی ہے کہ ہم سب اپنے گریبان میں جھانکیں اور اپنی اصلاح کریں۔ ہمارا طرز عمل اسوہ رسولؐ کے یکسر خلاف چلا آتا ہے۔ حیات اجتماعی میں رسول خدا کی پاکیزہ اور روشن تعلیمات سے ہماری سیاست، معیشت، عدالت تو بے گانہ ہے ہی، انفرادی معاشرتی زندگی میں بھی ہم آپؐ کی تعلیمات سے کوسوں دور ہیں۔ ہماری شادیاں ہندوؤں کے طریقے پر ہوتی ہیں۔ ہمارے کلچر پر ہندوانہ اور مغربی کلچر کی گہری چھاپ ہے۔ ہمارا پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا شیطان کا ساتھی بن کر دن رات بے حیائی پھیلا رہا ہے، اور یوں ہم شیطان کے اصل مشن، (یعنی ”بنی آدم سے اُن کا لباس اتروانے) میں شیطان کے ساتھی بنے ہوئے ہیں۔ خود ہی بتایئے کہ پھر کیا ہم عاشق رسول ﷺ کہلا سکتے ہیں۔ ہم جن لوگوں کی تہذیب، کلچر اور نظام زندگی کی بڑے فخریہ انداز سے پیروی کرتے ہیں، انہی کی جانب سے ہمارے عظیم المرتبت نبی اور عظیم کتاب ہدایت کی شان میں گستاخی کی جسارتیں ہمارے لئے کھلی وارننگ ہیں۔ ہمارے دشمن تعدی کے سے انداز میں ہمیں یہ کہہ رہے کہ تم ہرگز اپنے نبی کے عاشق نہیں ہو، اور نہ اُن کے لائے ہوئے دین ہی کے وفادار ہو۔ اپنے حکمرانوں کو دیکھ لو، اُن میں سے کوئی ایک بھی اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے مخلص نہیں ہے۔ ان کا دوہرا معیار ان کی حکومتوں کے رنگ ڈھنگ سے واضح ہے۔ کیا عرب کیا عجم، سب ہماری مٹھی میں ہیں۔ بے انتہا مال وزر اور صلاحیتیں ہونے کے باوجود تم ہمارے محتاج اور ہمارے آگے سربسجود ہو۔ اے مسلمان بھائیو اور بہنو ذرا سوچیے، دشمنانِ اسلام کی اِس بات کا ہمارے پاس کیا جواب ہے۔ اس بات پر غور کیجئے کہ اسلام اور پیغمبر اسلام کی ناموس پر رکیک حملے کیوں ہو رہے ہیں۔ ذرا اپنے ماضی کو دیکھیے، پیارے نبی ﷺ کی قبر مبارک کی جب خبیث یہود نے بے حرمتی کرنا چاہی تو اللہ تعالیٰ نے ایک مخلص حکمران نورالدین زنگی کے ذریعے اُن کے ناپاک عزائم خاک میں ملا دیئے تھے۔ کیا وجہ ہے کہ آج کفار کی جانب سے علانیہ نبی پاک ﷺ کی ناموس کی بے حرمتی ہو رہی ہے۔ مسلمان حکمران یہ سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں، لیکن کیا مجال ہے کہ کسی میں اتنی ہمت، جرأت ایمانی اور جذبۂ جہاد وشہادت ہو کہ وہ دشمنوں کو للکار سکے۔ اقبال نے کہا تھا کہ ؎

بے معرکہ دنیا میں اُبھرتی نہیں قومیں
جو ضرب کلیمی نہیں رکھتا وہ ہنر کیا!

دشمنان اسلام کے اسلام پر حملے اور اہل اسلام پر یلغار پکار پکار کر ہمیں یہ دعوت دیتی ہے کہ ہم مسلمان اور ہمارے مسلمان حکمران اپنے پیکر خاکی میں جان پیدا کرنے کی کوشش کریں۔ یہ جھاگ کی طرح اچانک ابھرنا پھر بیٹھ جانا کافروں کا بال بیکا بھی نہیں کر سکے گا۔ ہمیں آپؐ کے لائے ہوئے دین کو اختیار کر کے اپنے اندر قوت پیدا کرنی ہو گی، تاکہ کفار کی گھناؤنی

اپنے اندر قوت پیدا کرنی ہوگی، تاکہ کفار کی گھناؤنی جسارتوں کا منہ توڑ جواب دے سکیں۔ کفار آج ہم پر ہنستے اور ہمارا مذاق اُڑاتے ہیں کہ تم عاشق رسول بنتے ہو لیکن تمہارے اور ہمارے اعمال میں کیا فرق رہ گیا ہے۔ تم ہمیں خنزیر کھانے اور شراب پینے والے کہتے ہو جبکہ شراب تو خود تمہارے یہاں بھی عام ہے۔ بے حیائی تمہارے گھروں، محلوں، معاشرے، سڑکوں سے لے کر پارلیمنٹ تک موجود ہے۔ اگر ہم حرام خور ہیں تو تم بھی حرام خور ہو۔ تم بھی عملاً اپنے رسول کی تعلیمات سے بے بہرہ ہو۔ کفار کو اچھی طرح معلوم ہے کہ ہمارے یہ مظاہرے چند دن کی بات ہے۔ پھر ہم جھاگ کی طرح بیٹھ جائیں گے۔ کاش! ڈیڑھ ارب مسلمانوں میں کوئی ایک ہی نورالدین زنگی بن جاتا جو مسلمانوں کو مسلمان بناتا اور گستاخان کو صفحۂ ہستی سے مٹا کر عشق رسول ﷺ کا سچا ثبوت دیتا۔ کاش، مسلمان حکمران ایک لکڑی کے گٹھے کی مانند متحد ہوتے جسے کوئی نہ توڑ سکتا۔

مسلمانو! اللہ ہم سے یہ کہتا ہے کہ اگر تم مجھ سے محبت کرتے ہو تو میرے رسولؐ کا اتباع کرو۔ آیئے، آج ہی سے خود بھی اتباع رسول کے راستے پر چلنا شروع کریں اور اپنے اہل خانہ کو بھی اسلام کی طرف راغب کر کے عشق رسول ﷺ کا سچا ثبوت پیش کریں۔ ع دے تو بھی محمدؐ کی صداقت کی گواہی۔ آیئے، اپنی ذات کے گرد اتباع رسول کا دائرہ کھینچیں اور پھر اس دائرے کو اپنے گھر، محلہ معاشرہ، اور ریاست تک پھیلائیں اور یوں نبی پاکؐ کی رسالت کے مشن کو آگے بڑھائیں۔ دیے سے دیا جلے گا، تو پھر ہی اسلام اور اسلامی تہذیب کی روشنی عام ہوگی اور ہم کفار اور مشرکین کی خوفناک ثقافتی وتہذیبی یلغار سے بچ سکیں گے اور کفار سے مقابلے کے لئے بنیان مرصوص بھی بن سکیں گے۔ اسلام کو تو غالب ہونا ہے۔ ایک وقت آئے گا جب پوری دنیا میں اسلام کا جھنڈا لہرائے گا۔ لیکن اگر غلبۂ اسلام کی جدوجہد میں ہم نے اپنا حصہ نہ ڈالا تو مجرمین میں شمار ہوں گے۔ یہ مشہور ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لئے نمرود آگ بھڑکا رہا تھا، تو دور دراز سے ایک چڑیا اپنی چونچ میں پانی بھر کے لے جارہی تھی۔ کسی نے چڑیا سے پوچھا تو کہاں جارہی ہے۔ بولی، ابراہیم علیہ السلام کی آگ بجھانے۔ وہ ہنسا کہ تیرے ایک قطرہ پانی سے کیا آگ بجھ جائے گی؟ اس نے کہا کہ مجھے اس سے غرض نہیں ہے۔ میں تو بس اپنے حصے کا کام کرنے جارہی ہوں۔ ہمیں اس چڑیا سے سبق سیکھ کر اپنے اپنے حصے کا کام کرنا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں واضح فرمادیا ہے کہ کفار نور الٰہی، شمع اسلام کو نہیں بجھا سکتے، البتہ ہماری اپنی بداعمالیوں کی وجہ سے یہ شمع آج ضرور ٹمٹما ضرور رہی ہے۔ ہمیں اس کو دوبارہ اپنے جذبوں، ایثار و قربانی اور استقامت سے روشن کرنا ہے۔ توہین رسالت پر اگر ہمارا دل رو رہا اور خون کھول رہا ہے تو اس ایمانی جذبہ کا تقاضا یہ ہے کہ رسول اکرم ﷺ کی عطا کردہ شریعت کی پیروی کے لئے ہم ابھی سے کمر ہمت کس لیں۔ اگر ابھی باہر کے دشمنوں سے نبرد آزما ہونے کی طاقت نہیں ہے تو کم از کم اپنے اندر کے دشمن کو تو زیر کریں۔ جب ہم اندر کے دشمن کو زیر کرلیں گے پھر باہر کے دشمن بھی ہمارے خوف سے لرزیں گے۔ اپنے اندر کے دشمن سے مقابلہ کے لئے ہمیں شعوری طور پر چند اقدامات کرنا ہوں گے، جو درج ذیل ہیں:

(1) اپنے نفس کو اللہ کی اطاعت کا خوگر بنائیں اور نبی پاک ﷺ کو اسوۂ حسنہ کو ذوق وشوق سے اختیار کریں۔ اپنے اخلاق، کردار، خواہشات اور اپنے اعمال کو نبی پاک ﷺ کے اُسوہ حسنہ کے سانچے میں ڈھالنا شروع کردیں۔ اس سے رسول اللہ ﷺ سے ہماری محبت بھی بڑھے گی، تعلق بھی مضبوط ہوگا، اور ہمارے ایمان میں بھی اضافہ ہوگا۔

2 اپنے آپ کو ہر وقت ہجرت کے لئے تیار رکھیں۔ سب سے پہلی اور ابتدائی ہجرت فرمان نبویؐ کے مطابق ہر وہ چیز چھوڑ دینا ہے جو ہمارے رب کو ناپسند ہو۔ ناپسندیدہ چیزوں اور اعمال کو اپنی زندگیوں سے خارج کر کے ہجرت کرنے والوں کے ساتھ عملاً شامل ہوں اور ترک کردہ غلط اعمال وافعال کی جگہ اعمال حسنہ اور اخلاق عالیہ کو اپنائیں۔

3 اپنی ذات کے ساتھ ساتھ اپنے اہل خانہ کو بھی اسلام پر عمل کرنے کی ترغیب دیں۔ اپنی بہنوں بیٹیوں کو ستر وحجاب کے احکامات سکھائیں۔ انہیں امہات المومنین، بنات رسولؐ اور صحابیات رضی اللہ عنہن سے محبت کرنے، اور انہیں رول ماڈل کے طور پر اختیار کرنے کی ترغیب دیں، تاکہ وہ اداکاروں اور اداکاراؤں کو اپنا آئیڈیل نہ بنائیں۔

4 اپنی معیشت سے حرام کو نکالنے کی سنجیدہ کوشش آج ہی سے شروع کردیں کہ پیارے نبیؐ کے فرمان کے مطابق حرام کھانے والے (بلکہ حرام کمائی پر پلے ہوئے شخص) کی دعا قبول نہیں ہوتی۔

5 اپنا اور اپنے اہل خانہ کا اخلاق دینی بنیادوں پر استوار کریں۔

6 قرآن وسنت کی حقیقی تعلیمات سیکھنے کے لئے وقت نکالیں۔ لھو ولہب میں اپنے زندگی کے قیمتی لمحات ضائع نہ کریں۔ یاد رکھیں، اگر ہم نے اپنے آپ کو نہ بدلا تو کچھ بعید نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ ہماری بداعمالیوں کی وجہ سے ہمیں نیست ونابود کردے اور ہماری جگہ ایسی قوم کو لے آئے جو اللہ سے سچی محبت کرنے والی اور اللہ کے رسولؐ کی سچی عاشق ہو۔

معمار پاکستان نے کہا:

''اسلامی حکومت کے تصور کا یہ امتیاز پیش نظر رہنا چاہیے کہ اس میں اطاعت اور وفا کیشی کا مرجع خدا کی ذات ہے، جس کی تعمیل کا عملی ذریعہ قرآن مجید کے احکام اور اصول ہیں۔ اسلام میں اصلاً نہ کسی بادشاہ کی اطاعت ہے، نہ پارلیمنٹ کی، نہ کسی شخص اور ادارے کی۔ قرآن مجید کے احکام ہی سیاست ومعاشرت میں ہماری آزادی اور پابندی کی حدود متعین کرسکتے ہیں۔ دوسرے الفاظ میں اسلامی حکومت قرآن کے اصول و احکام کی حکومت ہے۔'' (کراچی، 1948)

''رشتوں کے لئے اعلیٰ تعلیم اور جہیز نہیں، دینداری کو معیار بنایئے''

مضمون نگار بہن رابطہ کریں!

ندائے خلافت کے شمارہ 36 میں ''رشتوں کے لئے اعلیٰ تعلیم اور جہیز نہیں، دینداری کو معیار بنایئے'' کے عنوان سے ایک بہن کا مضمون شائع ہوا۔ مضمون کی اشاعت کے بعد بہت سی خواتین نے ہم سے مضمون نگار سے رابطہ کی غرض سے اُن کا فون نمبر جاننا چاہا۔ مگر ہمارے پاس یہ نمبر موجود نہیں تھا۔ کیونکہ بہن نے اپنے خط اور مضمون میں رابطہ نمبر درج نہیں کیا تھا، صرف اپنا نام لکھا تھا اور اُس کی بھی اشاعت کی اجازت نہیں دی تھی، اسی لئے اُن کا نام شائع نہیں کیا گیا۔ ان سطور کے ذریعے بہن سے گزارش ہے کہ وہ دفتر ندائے خلافت سے 042-35869501-3 پر رابطہ کر کے ہمیں اپنے فون نمبر سے مطلع کریں تاکہ جو خواتین اُن سے رابطہ کی خواہشمند ہیں۔ انہیں اُن کا نمبر مہیا کیا جاسکے، اور وہ اُن سے رابطہ کرسکیں۔ (ادارہ)

تنظیم اسلامی کی دعوتی و تربیتی سرگرمیاں

کوٹ اَڈُّو میں منفرد اسرے کا قیام

حلقہ جنوبی پنجاب کے علاقہ کوٹ میں تنظیمی دعوتی سرگرمیوں کے سلسلے میں امیر حلقہ ڈاکٹر طاہر خانوانی کی ہدایت پر جام عابد حسین عرصہ دو سال سے بھر پور محنت کر رہے ہیں۔ انہوں نے کوٹ ادو، مظفر گڑھ، لیہ، تونسہ شریف، ڈی جی خان، علی پور، اور راجن پور میں دروس کا سلسلہ شروع کر رکھا ہے اور ہر ماہ میں ان مقامات پر دعوت قرآنی سے لوگوں کو روشناس کرا رہے ہیں۔ اس کے علاوہ موصوف کوٹ ادو میں عربی گرائمر کلاس، دورۂ ترجمہ و تفسیر کلاس اور Kapco میں ایک گھر پر بھی خواتین کو باپردہ ماحول میں عربی گرائمر پڑھا رہے ہیں۔ ان کی محنت کے نتیجے میں بہت سے ساتھی تنظیم میں شامل ہوئے ہیں۔ اس وقت کوٹ ادو میں دو ملتزم اور 9 مبتدی رفقاء ہیں۔

امیر حلقہ محمد طاہر خاکوانی اور راقم الحروف 16 ستمبر 2012ء بروز اتوار بعد نماز فجر کوٹ ادو کے سفر پر روانہ ہوئے۔ 8 بجے جام عابد صاحب کی رہائش گاہ پر پہنچے جہاں دوسرے رفقاء بھی موجود تھے۔ ناظم کوٹ ادو نے رفقاء کو ناشتہ کرایا 9 بجے رفقاء کے اجتماع سے امیر حلقہ نے مختصر خطاب کیا، اور رفقاء سے تعارف حاصل کیا۔ اس کے بعد اسرہ کے قیام کے اغراض و مقاصد رفقاء کے سامنے پیش کیے، اور انہیں تنظیمی ڈھانچہ اور دعوت کے طریق کار سے آگاہ کیا۔ انہوں نے کہا کہ ہر رفیق اپنی ذات میں داعی الی اللہ بننے کی کوششیں کرے اور اپنے جان و مال سے دین اسلام کی سربلندی کی جدوجہد میں شریک ہو۔ ساڑھے دس بجے رؤف آئل ملز جی ٹی روڈ میں احباب سے ملاقات و تعارف کا پروگرام ہوا۔ بارہ بجے Kapco (کوٹ ادو پاور کمپنی) میں ایک رفیق تنظیم کے گھر پر پاور کمپنی کے کچھ افسران سے ملاقات ہوئی۔ ان حضرات نے جام عابد صاحب کی دعوتی و تعلیمی سرگرمیوں کو سراہا۔

ایک بجے ایک نوجوان ڈاکٹر مہر خلیل الرحمٰن کی دعوت پر ان کے کلینک پر ملاقات کے لئے گئے۔ ان سے ایک گھنٹہ ملاقات رہی۔ نماز ظہر کے بعد ملتان کے لئے روانگی ہوئی۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہماری کوششوں کو شرف قبولیت سے نوازے۔ (آمین)

(مرتب: شوکت حسین انصاری)

حلقہ مالا کنڈ کے تحت دعوتی و تربیتی پروگرام

تنظیم اسلامی کے حلقہ مالا کنڈ کے زیر اہتمام 9 ستمبر 2012ء کو صبح 8 تا 12 بجے ایک دعوتی و تربیتی پروگرام منعقد ہوا، جس میں 90 رفقاء اور 30 احباب نے شرکت کی۔ اس موقع پر بک سٹال بھی لگایا، جس سے احباب نے بھرپور استفادہ کیا۔ پروگرام کا آغاز درس قرآن سے ہوا۔ یہ درس تزکیہ نفس کے موضوع پر تھا اور حافظ احسان اللہ نے دیا۔ انہوں نے سورۃ الشمس کی روشنی میں مدلل اور مؤثر انداز میں بیان کیا۔ دوسرا موضوع ''رب ہمارا'' تھا، جس پر امیر حلقہ گل رحمان نے دلچسپ معلوماتی گفتگو کی اور واضح کیا کہ اس وقت اختلاف اور جھگڑا اللہ کی ذات پر نہیں بلکہ اس کی ربوبیت ماننے پر ہے۔ آج کا انسان اللہ کو رب ماننے کے باوجود اس کے عطا کردہ نظام پر چلنے کے لئے تیار نہیں ہے۔ مسلمان کی یہ ذمہ داری ہے کہ اسی جدوجہد میں زندگی کھپائیں، تاکہ وہ دنیا و آخرت میں سرخرو ہوں اور انسانیت کو عدل و قسط والا نظام میسر آسکے۔ اس کے بعد حضرت نبی محسن نے ''انقلاب نبویؐ میں تربیت کا مرحلہ'' پر گفتگو کرتے ہوئے تربیت کی اہمیت اور ضرورت بیان کی۔ انہوں نے کہا کہ اس وقت خیر و شر کے معرکہ برپا ہے، اس کے لئے افراد کو خانقاہی تربیت کے ساتھ ساتھ انقلابی تربیت درکار ہے۔ کارکنوں کی انقلابی تربیت کے بغیر انقلاب نہیں آسکتا۔ نبی اکرم ﷺ نے صحابہ کرامؓ کی قرآن کے ذریعے تربیت کر کے انہیں جان و مال کی قربانی دینے کے لئے تیار کیا۔ اگلا موضوع انقلاب کے لئے انفاق کی اہمیت تھا۔ اس موضوع پر جناب علی شیر نے قرآن و حدیث اور سیرت صحابہؓ کی روشنی میں بیان کیا۔ انہوں نے رفقاء پر زور دیا کہ وہ جانی قربانی کے ساتھ ساتھ مالی قربانی میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش کریں۔ (مرتب: احسان الودود)

تنظیم اسلامی سرجانی ٹاؤن کے زیر اہتمام تحفظ ناموس رسالت ریلی

حکومت پاکستان کی طرف سے 21 ستمبر کی تعطیل کے اعلان کے بعد نیو کراچی اور سرجانی ٹاون تنظیم کے تحت جناب طارق امیر پیرزادہ کی سربراہی میں تحفظ ناموس رسالت ریلی کا انعقاد کیا گیا۔ یہ ریلی بعد نماز جمعہ شروع ہو کر نماز مغرب پر اختتام پذیر ہوئی۔ ریلی میں مختلف مقامات پر کارنر میٹنگز بھی ہوئیں۔ ناموس رسالتؐ پر پوری قوم ایک نظر آرہی تھی۔ اس کا ایک مظاہرہ ایک کیمپ پر حاضری کے وقت ہوا۔ یہ کیمپ بریلوی مکتب فکر کی جانب سے لگایا گیا تھا۔ جیسے ہی تنظیم اسلامی کی ریلی اس کیمپ کے پاس پہنچی کیمپ میں موجود لوگوں نے ریلی کے شرکاء کا بھرپور استقبال کیا۔ اس دن پوری قوم ایک نظر آرہی تھی۔ ہر جگہ ایک دوسروں کو ہاتھ ہلا ہلا کر خیر مقدم کیا جارہا تھا۔ یہ امت اپنے نبی ﷺ سے کتنی محبت کرتی ہے، اس کی ایک جھلک اس دن نظر آرہی تھی۔ البتہ جو کمی تھی وہ محبت کے صحیح تصور کی تھی۔ الحمد للہ، ریلی کے موقع پر خطاب کرتے ہوئے ہمارے تمام مقررین نے یہ بات سمجھانے کی کوشش کی کہ نبی ﷺ سے محبت کا تقاضا ان کی لائی ہوئی شریعت پر عمل کرنا اور اُس شریعت کو اس ملک میں نافذ کرنا ہے، تاکہ ہمیں وہ قوت حاصل ہو جس کے خوف سے دنیا میں کوئی بھی بدبخت نبی اکرم ﷺ کی شان میں گستاخی نہ کر سکے، اُسے معلوم ہو کہ اگر اُس نے ایسا کیا تو پھر زندہ نہ بچ سکے گا۔ اور اگر ہم نے ایسا نہیں کیا تو دریدہ دہن ابلیسی ایجنٹ اپنی گھناؤنی جسارتوں سے باز نہ آئیں گے اور دنیا ہمارا مذاق اڑاتی رہے گی کہ یہ پیغمبر اسلام کے کیسے امتی ہیں کہ اُن سے عشق کے دعویدار تو ہیں مگر آپؐ کی سیرت طیبہ پر عمل نہیں کرتے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں نبی اکرم ﷺ سے محبت اور آپ ﷺ کی لائی ہوئی شریعت پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔ (رپورٹ: نوید مزمل)

تنظیم اسلامی حلقہ حیدر آباد کے زیر اہتمام توہین رسالت پر مبنی فلم کے خلاف احتجاجی مظاہرہ

تنظیم اسلامی حلقہ حیدر آباد کے رفقاء و احباب نے 25 ستمبر 2012ء کو بعد نماز عصر، مسجد جامع القرآن، بائی پاس، نزد مین گیٹ وادھو واہ روڈ، گلشن سحر، قاسم آباد کے پاس رسول اکرم ﷺ کے بارے میں توہین آمیز فلم بنانے والوں کے خلاف پُرامن احتجاجی مظاہرہ کیا۔ تنظیم اسلامی حلقہ حیدر آباد کے امیر محترم شفیع محمد لاکھو نے مظاہرین سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ امریکیوں کا توہین رسالت کا مرتکب ہونا اُن کے اخلاقی دیوالیہ پن، اخلاقی پستی اور ذہنی گراوٹ کا کھلا ثبوت ہے۔ جہاں تک ملت اسلامی کی غیرت کا تقاضا ہے، اس سلسلہ میں احتجاجوں کا رُخ صحیح سمت میں موڑنے کی ضرورت ہے، انہوں نے حکومت سے مطالبہ کیا کہ امریکہ سے تعاون ختم کرے، ڈرون حملے بند کرائے جائیں، نیٹو سپلائی کو بند کی جائے۔ اُنہوں نے حکمرانوں کو دعوت دیتے ہوئے کہا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی مہلت سے فائدہ اٹھائیں۔ قبل اس کے کہ اللہ تعالیٰ اُن کا محاسبہ کرے، وہ اپنا محاسبہ خود کریں۔ توہین رسالت کے مرتکب ملک کے ساتھ گرم جوش تعاون کے بجائے بغض رکھیں، اور we are doing more کا راگ الاپنا بند کردیں۔ امیر تنظیم اسلامی حلقہ حیدر آباد نے کہا کہ اس امر کی اشد ضرورت ہے کہ اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لیا جائے۔ امریکہ سے ناتا توڑنے اور اللہ اور اُس کے دین سے ناتا جوڑنے ہی میں ہماری بھلائی ہے۔ (مرتب: علی اصغر عباسی)

ضرورت برائے ہیلپر

ٹرانسفارمر فیکٹری میں ایک دیانتدار اور محنتی نوجوان کی ضرورت ہے۔ تجربے یا تعلیم کی کوئی قید نہیں ہے۔ رہائش اور مناسب سہولتیں دی جائیں گی۔

برائے رابطہ: 0333-4482381

تنظیمی اطلاعات

حلقہ کراچی شمالی میں شجاع الدین شیخ کا بطور امیر حلقہ تقرر

حلقہ کراچی شمالی کے امیر سید اظہر ریاض صاحب کے نائب ناظم اعلیٰ برائے جنوبی پاکستان مقرر ہونے پر نئے امیر حلقہ کے لئے اُن کی جانب سے ارسال کردہ تجویز اور ذمہ داران ورفقاء کی مفصل آراء کی روشنی میں امیر محترم نے مرکزی مجلس عاملہ کے اجلاس منعقدہ 27 ستمبر 2012ء میں مشورہ کے بعد جناب شجاع الدین شیخ کو امیر حلقہ کراچی شمالی مقرر فرمایا۔

مقامی تناظیم فیصل آباد غربی اور جھنگ میں تقرر امراء

امیر حلقہ فیصل آباد محمد رشید عمر کی جانب سے مقامی تناظیم فیصل آباد غربی اور جھنگ میں تقرر امراء کے لئے ارسال کردہ تجاویز اور رفقاء کی آراء کی روشنی میں امیر محترم نے مرکزی مجلس عاملہ کے اجلاس منعقدہ 27 ستمبر 2012ء میں مشورہ کے بعد مذکورہ تناظیم کے لئے درج ذیل مقامی امراء کا تقرر فرمایا:

(1) مقامی تنظیم فیصل آباد غربی : محمد نعمان اصغر

(2) مقامی تنظیم جھنگ : عبداللہ اسماعیل

حلقہ فیصل آباد میں ڈاکٹر عبدالسمیع کا بطور قائم مقام امیر حلقہ تقرر

امیر حلقہ فیصل آباد کی حج بیت اللہ کے لئے روانگی کی بنا پر امیر محترم نے مرکزی مجلس عاملہ کے اجلاس منعقدہ 27 ستمبر 2012ء میں مشورہ کے بعد ان کی عدم موجودگی کے دوران ڈاکٹر عبدالسمیع (خصوصی مشیر برائے تربیت) کو اضافی طور پر قائم مقام امیر حلقہ فیصل آباد مقرر فرمایا۔

حلقہ کراچی جنوبی میں انجینئر سید نعمان اختر کا بطور امیر حلقہ تقرر

حلقہ کراچی جنوبی کے امیر انجینئر نوید احمد کے مرکزی ناظم تعلیم وتربیت مقرر ہونے پر اُن کی جانب سے نئے امیر حلقہ کے تقرر کے لئے ارسال کردہ تجویز اور ذمہ داران ورفقاء کی مفصل آراء کی روشنی میں امیر محترم نے مرکزی مجلس عاملہ کے اجلاس منعقدہ 4 اکتوبر 2012ء میں مشورہ کے بعد انجینئر سید نعمان اختر کو امیر حلقہ کراچی جنوبی مقرر فرمایا:

ضرورت رشتہ

☆ لاہور میں رہائش پذیر اردو سپیکنگ فیملی کو اپنے بیٹے، عمر 27 سال، تعلیم ڈپلومہ مکینیکل کے لئے لاہور سے دینی مزاج کی حامل لڑکی کا رشتہ درکار ہے۔

برائے رابطہ: 0332-4501388

☆ راولپنڈی کے رہائشی اعلیٰ تعلیم یافتہ ادھیڑ عمر شخص، صحت مند، باریش (بیوی اور بچہ فوت ہوگئے ہیں) کے لئے دینی گھرانہ سے دینی علم رکھنے والی، دین پر عمل پیرا 40 سال تک کی خاتون کا رشتہ درکار ہے۔ مسنون طریقے سے نکاح کی خواہش مند سنجیدہ فیملیز رابطہ کریں۔

برائے رابطہ: 0300-5086757

دُعائے مغفرت کی اپیل

حلقہ مالاکنڈ کے ملتزم رفیق قاری امیر رحمان کے والد فوت ہوگئے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دے۔ آمین۔ قارئین سے بھی اُن کے لئے دُعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلَہٗ وَارْحَمْہُ وَاَدْخِلْہُ فِیْ رَحْمَتِکَ وَحَاسِبْہُ حِسَابًا یَّسِیْرًا

بیابہ مجلس اسرار

پاکستان کا موجودہ قومی انتشار اور اس کا حل

اس میں کوئی شک نہیں کہ پاکستان کے قیام اور استحکام کا واحد جواز اسلام ہے۔ پاکستان میں بسنے والوں کی زبانیں، قومیتیں اور ثقافتیں مختلف ہیں لہٰذا ان کے درمیان واحد مشترک رشتہ صرف اور صرف اسلام کا ہے۔ بدقسمتی سے ہم نے یہاں اس کی طرف کوئی پیش قدمی نہیں کی۔ لہٰذا ہمارے درمیان زبان اور نسل کی بنیاد پر عصبیتوں نے نفرت پیدا کی اور 1971ء میں پاکستان دولخت ہوگیا۔ سورۃ السجدہ کی آیت 21 میں ارشاد ربانی ہے: ''ہم انہیں لازماً مزہ چکھائیں گے چھوٹے عذاب کا بڑے عذاب سے پہلے شاید کہ وہ باز آجائیں۔'' 1971ء میں چھوٹا عذاب آیا۔ بدترین شکست کے کلنک کا ٹیکہ ہمارے ماتھے پر لگا لیکن ہم ہوش میں نہیں آئے۔ ہمارے طور واطوار نہیں بدلے۔ ہمارے روز وشب کے انداز نہیں بدلے اور ہماری سوچ نہیں بدلی۔ اب شاید بڑا عذاب ہمارے سر پر آگیا ہے۔ آج بھی صوبائی اور لسانی عصبیتیں زہر گھول رہی ہیں اور پاکستان کی سیاست شدید خطرات سے دوچار ہے۔ سورۃ انعام کی آیت 65 کے مطابق عذاب کی تین صورتیں ہوتی ہیں۔ اس آیت میں فرمایا گیا ''اے نبیؐ! ان سے کہہ دیجئے کہ وہ اللہ اس پر قادر ہے کہ تم پر کوئی عذاب اوپر سے اتار دے (یعنی آسمان سے) یا تمہارے قدموں کے نیچے سے (یعنی زمین سے جیسے سونامی) یا تمہیں گروہوں میں تقسیم کرکے آپس میں لڑا دے اور ایک کی طاقت کا مزہ دوسرے کو چکھا دے۔'' اس وقت صورت حال یہ ہے کہ پاکستان پر تباہی کے بادل ہر چہار طرف سے آرہے ہیں۔

(محترم ڈاکٹر اسرار احمدؒ کی کتاب 'بصائر' سے ایک اقتباس)

کیا آپ جاننا چاہتے ہیں کہ

- ازروئے قرآن حکیم ہمارا دین کیا ہے؟
- ہماری دینی ذمہ داریاں کون کون سی ہیں؟
- نیکی، تقویٰ اور جہاد کی اصل حقیقت کیا ہے؟

تو مرکزی انجمن خدام القرآن کے جاری کردہ مندرجہ ذیل خط وکتابت کورسز سے فائدہ اٹھائیے:

(1) قرآن حکیم کی فکری وعملی راہنمائی کورس

(2) عربی گرامر کورس (I، II، III)

(3) ترجمہ قرآن کریم کورس

مزید تفصیلات اور پراسپکٹس (مع جوابی لفافہ) کے لئے رابطہ:

شعبہ خط وکتابت کورسز

قرآن اکیڈمی 36۔ کے ماڈل ٹاؤن لاہور

فون: 3-35869501

E-mail: distancelearning@tanzeem.org

بانیٔ تنظیمِ اسلامی و داعیٔ تحریکِ خلافت پاکستان ڈاکٹر اسرار احمد رحمہ اللہ کی چند فکر انگیز تصانیف

داعیٔ رجوع الی القرآن کا شہرہ آفاق دورۂ ترجمہ القرآن
اب کتابی شکل میں بعنوان

بیان القرآن

حصہ اول: صفحات: 359، قیمت 450 روپے
حصہ دوم: صفحات: 321، قیمت 400 روپے
حصہ سوم: صفحات: 331، قیمت 400 روپے
حصہ چہارم: صفحات: 394 قیمت 450 روپے

شرک کی حقیقت، اقسام اور دورِ حاضر کے
شرک سے واقفیت کے لیے مطالعہ کیجیے

حقیقت و اقسامِ شرک

قیمت اشاعت عام: 50 روپے، خاص: 90 روپے

سیرت النبیؐ کی روشنی میں
اسلامی انقلاب کے مراحل، مدارج اور لوازم

منہج انقلاب نبویؐ

مجلد: 400 روپے غیر مجلد: 200 روپے

بعثتِ انبیاء کا اساسی مقصد بعثتِ محمدیؐ
کی اتمامی و تکمیلی شان

نبی اکرم ﷺ کا مقصدِ بعثت

اشاعت خاص: 40 روپے، عام: 30 روپے

ایک مسلمان کی انفرادی اور اجتماعی
ذمہ داریاں کون کون سی ہیں؟

دینی فرائض کا جامع تصور

اشاعت خاص 25 روپے، عام 15 روپے

ایمان کے لغوی اور شرعی معنی، ایمان کا فلسفہ، ایمان و عمل کا باہمی تعلق
اپنے موضوع پر لاثانی تحقیق و فکری تصنیف

حقیقتِ ایمان

اشاعت خاص: 120 روپے

سورۃ العصر کی روشنی میں

راہِ نجات

اشاعت خاص: 45 روپے عام: 30 روپے

قربانی ہماری معاشرتی رسم ہے یا دینی فریضہ؟

عیدالاضحیٰ اور فلسفۂ قربانی

اشاعت خاص 35 روپے، عام 20 روپے

اُمتِ مُسلمہ کے لیے سہ نکاتی لائحہ عمل

اور نہی عن المنکر کی خصوصی اہمیت

مجلد 100 روپے، غیر مجلد 45 روپے

پاکستان اور ملت اسلامیہ کے حال اور مستقبل کے
تناظر میں لکھے گئے فکر انگیز اخباری کالموں کا مجموعہ

بصائر

صفحات: 130 قیمت: 65 روپے

تحریکِ پاکستان کا تاریخی و سیاسی پس منظر،
اسلامیانِ پاکستان کا تہذیبی و ثقافتی پس منظر

اسلام اور پاکستان

اشاعت خاص: 60 روپے

برعظیم پاک و ہند میں

اسلام کے انقلابی فکر کی تجدید و تعمیل

اور اس سے انحراف کی راہیں

اعلیٰ ایڈیشن: 50 روپے

دعوت رجوع الی القرآن کی اساسی اور مقبول عام دستاویز
جس کا انگریزی، عربی، فارسی اور سندھی میں ترجمہ ہو چکا ہے

مسلمانوں پر قرآن مجید کے حقوق

اشاعت خاص: 45 روپے، عام: 25 روپے

سابقہ اور موجودہ

مسلمان اُمتوں کا ماضی، حال اور مستقبل

اور مسلمانانِ پاکستان کی خصوصی ذمہ داری

اشاعت خاص 100 روپے

ڈاکٹر صاحب کے دو خطبات کا مجموعہ

اسلام میں عورت کا مقام

اشاعت خاص: 100 روپے، عام: 60 روپے

مفصل فہرست طلب کیجیے: مکتبہ خدام القرآن، 36۔ کے، ماڈل ٹاؤن، لاہور۔ فون نمبر 3-042-35869501

یہودی اور امریکی مصنوعات کی فہرست